تاریخ پبلی کیشنز کا کتابی سلسلہ (33)

سہ ماہی

تاریخ

ایڈیٹر: ڈاکٹر مبارک علی

تاریخ پبلی کیشنز

18- مزنگ روڈ لاہور

خط و کتابت (برائے مضامین)

بلاک 1، اپارٹمنٹ ایف۔ برج کالونی، لاہور کینٹ

فون: 042-6665997

ای میل: mubarakali21@yahoo.com

خط و کتابت (برائے سرکولیشن)

پبلشرز	:	تاریخ پبلی کیشنز
		18-مزنگ روڈ، لاہور
فون	:	042-7236634
قیمت فی شمارہ	:	100 روپے
سالانہ	:	400 روپے
قیمت مجلد شمارہ	:	150 روپے
بیرون ممالک	:	2000 روپے (سالانہ معہ ڈاک خرچ)
		رقم بذریعہ بنک ڈرافٹ بنام فکشن ہاؤس لاہور، پاکستان
اہتمام	:	ظہور احمد خاں
کمپوزنگ	:	فکشن کمپوزنگ اینڈ گرافکس، لاہور
پرنٹرز	:	اکرم پرنٹرز لاہور
سرورق	:	عباس
تاریخ اشاعت	:	اپریل 2007ء
تقسیم کار	:	فکشن ہاؤس
		18-مزنگ روڈ، لاہور
فون	:	042-7249218-7237430
ای میل	:	fictionhouse2004@hotmail.com

فہرست

مضامین

☆ مارکس کے بارے میں از سرِ نو غور	موئش پوسٹون/ترجمہ: ظفر علی خان	7
☆ فلسفہء مادیت کی تاریخ	اشفاق سلیم مرزا	60
☆ ہمارے قدیم آباء واجداد	عرفان حبیب/ترجمہ: پروفیسر طفیل ڈھانہ	73
☆ جدید حجری انقلاب	عرفان حبیب/ترجمہ: پروفیسر طفیل ڈھانہ	95
☆ لاہور۔۔۔نواحی آبادکاری وتوسیع	غافر شہزاد	117
☆ روایتی تصوف کے بھیس میں عوامی اسلام کا ادبی محاکمہ	جمال ملک/ ترجمہ: ڈاکٹر سہیل احمد فاروقی، بشریٰ اقبال	138

تحقیق کے نئے زاویئے

☆ ووکرز کی بغاوت اور بلیّوں کا قتل عام	ڈاکٹر مبارک علی	171
☆ پالتو جانور	ڈاکٹر مبارک علی	175
☆ مذہبی جماعتیں اور ان کا ایجنڈا	ڈاکٹر مبارک علی	179

تاریخ کے بنیادی مآخذ

مآثر عالمگیری

مصنف: محمد ساقی مستعد خاں

ترجمہ: مولوی محمد فدا علی طالبؔ

مضامین

مارکس کے بارے میں ازسرِ نو غور

(بعد از مارکس وادی دنیا میں)

موئش پوسٹون
شکاگو یونیورسٹی

ترجمہ: ظفر علی خان

سماجیات جدید سرمایہ داری کے نظریئے کے طور پر ابھری اور یہ سماجی سائنسوں میں ایسا شعبہ رہا ہے کہ اس نے اپنے رشتے سماج کے ساتھ بحیثیت کُل قائم رکھے ہیں۔(2) آدمی کہہ سکتا ہے اُس درجہ تک قائم رکھے ہیں جس تک مکالمہ جاری رہے اور کلاسیکی سماجی نظریات کو جذب کیا جا سکے۔

اگر سماجی تھیوری کا کام ہمارے سماج کی بنیادی فطرت کی وضاحت کرنا اور اُس کی تاریخی نمو کی کیفیت بیان کرنا ہے تو کلاسیکی سماجی تھیوری کو ایسی تھیوری گردانا جا سکتا ہے جس کے پاس ابھی بھی ہمیں بتانے کے لئے بہت کچھ ہے۔(ہیبر ماس 1981 تا 1984)۔ایسی تھیوری جو کافی حد تک امیر (غنی) اور پیچیدہ ہے جس پر دوبارہ کام اور جس کا دوبارہ مطالعہ ہماری سماجی کائنات کے عمومی خدوخال منور کرنے میں مدد کر سکتا ہے۔ ایسی تھیوری جو بنیادی ساختیاتی تبدیلی کے ادادار میں خاص طور پر اہم ہو جاتی ہے جو ہماری اپنی دنیا کی معقول فہم کا کلیہ قاعدہ بنانے کی جاری کوششوں کے لئے مرکزی ہے۔ اسے سماجیات کی ماقبل تاریخ کی طرف نہیں دھکیلنا چاہئے۔ گو کہ ایسی تھیوری کے آج کل کے مسائل سے متعلق امکانی تعلق کے بارے میں

سوال یقینی طور پر اٹھایا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ سوال تجزیاتی سطح پر اٹھانا چاہئے آج کل کے بہت سے تحقیقی ایجنڈوں سے مختلف سطح پر کیونکہ کلاسیکی تھیوری بنیادی سماجی ڈھانچے کے بارے میں سوال جواب کرتی ہے جو کہ بعد والی تھیوری پہلے سے فرض کر لیتی ہے۔ ہمارے سماجی اور تاریخی سیاق و سباق سے متعلق ایسے بنیادی سوال و جواب آج خاص طور سے اہم ہیں۔ پچھلی دو دہائیوں میں آگے بڑھی ہوئی صنعتی سوسائٹیوں اور عالمی نظام کی عہد ساز کایا پلٹ نے ہماری دنیا کی فطرت نمایاں طور پر تبدیل کر دی ہے۔ اس عہد کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں سرمایہ دار مغرب میں ویلفیئر ریاست (بہبودی ریاست) کی بساط لپیٹ دی گئی ہے اور کمیونسٹ مشرق میں افسر شاہی پارٹی ریاست کا انہدام یا قلب ماہیت ہو گئی ہے۔ زیادہ عمومی طور پر قومی ریاستیں بحیثیت معاشی مقتدرِ اعلیٰ کمزور ہو گئی ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی فتح مند بالائے ضابطہ منڈی کی سرمایہ داری پھر سے ابھر آئی ہے۔ اس دور میں سماجی محنت کے ڈھانچے میں ملکی اور بین الاقوامی سطح پر دور رس تبدیلیاں آئی ہیں۔ کلاسیکی مزدور تحریکیں ماند پڑ گئی ہیں نئی سماجی تحریکیں اٹھ رہی ہیں، جمہوری اور قوم پرست تحریکیں پھر سر اٹھا رہی ہیں اور عالمی ذرائع ابلاغ اور بین الاقوامی مالیاتی سرمائے کے مربوط سلسلوں کی اہمیت بڑھ رہی ہے۔

کیونکہ ان تبدیلیوں میں سوویت یونین کا ڈرامائی انہدام اور بالآخر بکھرنا شامل ہے اس لئے انہیں مارکسیت کے تاریخی انجام کی نمائندہ سمجھ لیا گیا ہے۔ زیادہ عمومی طور پر مارکس کی سماجی تھیوری کی آج کے حالات سے نظریاتی عدم مناسبت کی نمائندہ۔ اس کے باوجود کیونکہ حالیہ تاریخی تغیرات نے پھر سے سماجی تھیوری کے لئے تاریخی فعالیت کے حل طلب مسائل کی مرکزی اہمیت اور وسیع پیمانے کی ساختیاتی تبدیلیوں کا دعویٰ کیا ہے۔ اس لئے مارکس کی جدیدیت سے متعلق تنقیدی تھیوری سے دوبارہ مڈبھیڑ، میرے خیال میں نظریاتی طور پر ہمارے سماجی کائنات سے معاملہ کرنے کے عمل میں اہم حصہ ڈال سکتی ہے۔ یہ صرف اس لئے نہیں جیسا کہ ڈینیل بیل نے توجہ دلائی ہے کہ سماجی قلبِ ماہیت پر کسی بھی سنجیدہ غور و فکر کو مارکس کی تاریخی ترقی کی طاقتور تھیوری سے معاملہ کرنا پڑے گا (Bell, 1973, P.55-56) بلکہ اس لئے بھی کہ پچھلی دو دہائیوں کو سماجی اور اقتصادی زندگی کی ریاست۔ مرکز۔ تنظیم کے اختتام کے دور کے طور پر بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ جس کی شروعات پہلی عالمی جنگ اور روسی انقلاب سے ہوئیں۔ ایک ایسا دور جس کی خاصیت سیاست

کی اقتصادیات پر موثر اوّلیت تھی۔ اور نیم خودکار اقتصادی سلسلوں کی سماجی مرکزیت کا پھر سے سامنے آنا تھا۔ یعنی حالیہ تاریخی تبدیلیاں سرمایہ داری سے متعلق نئے نظریاتی غور وفکر کی اہمیت کا تقاضا کرتی ہیں۔

تبدیلیاں یہ تجویز بھی دیتی ہیں کہ اگر سرمایہ داری کی ایک تنقیدی تھیوری نے ہم عصر دنیا کے لئے موزوں ہونا ہے تو اسے اہم اور بنیادی طریقوں سے سرمایہ داری کی روائتی مارکسی تنقیدوں سے مختلف ہونا ہوگا۔ اور میں دلیل دوں گا کہ مارکس کی (بالغ) پختہ سماجی تھیوری درست طور پر سرمایہ داری کی ایسی دوبارہ سے سوچی گئی تنقیدی تھیوری کے لئے نقطہءانحراف فراہم کرتی ہے۔

میں مارکس کی پختہ سماجی تھیوری کی نئی ترجمانی کے مختلف پہلوؤں کا خاکہ پیش کروں گا جو سرمایہ داری کی بنیادی فطرت سے متعلق اس کے تجزیئے کا ازسرنو جائزہ لیتا ہے۔ اس کے سماجی رشتوں، غلبے کی شکلوں اور تاریخی فعالیت کا۔۔۔ ایسے انداز سے جو روائتی مارکسی رسائیوں (طرز استدلال) سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔ یہ نئی توضیح ہم عصر ترقی یافتہ صنعتی سماجوں کے لازمی ساختیاتی عناصر اور چھتر چھائی ہوئی تاریخی فعالیت کو روشن کرنے میں مدد کرسکتی ہے۔ یہ توضیح روائتی مارکسزم پر بنیادی تنقید کرتے ہوئے اور مارکسی تھیوری کے سماجی تھیوری کی دیگر اہم قدروں کے ساتھ رشتے کو پھر سے استوار کرسکتی ہے۔

II

وہ توضیح جس کا میں خاکہ پیش کروں گا مارکس پر حالیہ علمیت سے ابھری ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بنیادی طور پر ان شرائط کو جن کے ساتھ سرمایہ داری کو سمجھا جاتا ہے تبدیل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ تیس سال کا وہ عرصہ جس میں مارکس کا مطالعہ اور مارکسی تھیوری سٹالینی عقیدہ پرست جماعت بندی کی زد میں رہی۔ ایک طرف مغربی سرمایہ دار ممالک میں اسے تخفیفی انداز میں سمجھتے ہوئے ''کمیونسٹ نظریئے'' کے طور پر رد کیا جاتا رہا تو دوسری طرف سٹالنیت کی نفی کا عمل، سرد جنگ کی پہلی لہر کی پسپائی اور 1960 کی انقلابی تحریکوں کے پھر سے ابھارنے مارکس کی تصنیفات میں دوبارہ دلچسپی پیدا کردی۔ خاص طور سے دستاویزات میں جن سے کلاسیکی مارکسزم ناآشنا تھا۔ مثلاً اکنامک اور فلسفیانہ دستاویز 1844 اور گرنڈرسے (بوٹومور 1983، PP.103-141) اس نے

مارکس پر بڑے پیمانے پر نئی علمیت پیدا کرنے میں مدد کی اور مغربی مارکسی مفکرین کی نظریاتی دعوے داری کو بڑھاوا دیا۔ اُن میں سے بہت سے مغرب اور مشرق دونوں میں کم حیثیت ہو گئے تھے۔ مثلاً جارج لوکاش، کارل کورش، انٹونیو گرامچی، میکس ہورخیمر اور تھیوڈوراڈورنو(3) اسی وقت بڑی اور نئی تصنیفات ایسے نظریہ دانوں جیسے جین پال سارتر، ہنری لیفیور، لوئس آلتھسر و، اڈورنو، ہربرٹ مارکوزے، یرگین ہیبر ماس اور الفرڈ سکھمڈٹ کے زیر تحریر تھیں۔(4)

مارکسی تھیوری اور علمیت کے اس زوردار احیاء نے مختلف نظریاتی راستے اختیار کئے۔ بعض ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے، دوسرے بالکل مختلف رخ پر۔۔۔ جن میں مارکس کی تصنیفات کی ''انسان دوست'' پڑھائی شامل تھی جو اس کی مغائرت کی تھیوری پر مرتکز تھی اور انسانی عملی کارروائی اور موضوعیت پر زور دیتی تھی۔(5) مارکسی فکر کی ہیگلائی ابعاد پر زور دینے والی تصانیف(6) فرینکفرٹ سکول کی نفسیات اور سماج کے تاریخی رشتے سے متعلق دریافتیں اور بیسویں صدی کی سرمایہ داری میں کلچر کی کایا پلٹ(7) اور ساختیت کی موضوع کے تصور کے بارے میں تنقید۔(8) کئی تبصرہ نگاروں مثلاً ٹام بوٹومور اور ایڈون گورلٹز کے لئے مارکسی فکر کا احیاء اور 1960 اور 1970 کی دہائیوں میں اس کی مزید ترقی کو بہترین طریقے پر تنقیدی تھیوری (Critical Theory) اور ساختیاتی مارکسزم (Structural Marxism) کی تہ میں کارفرما اختلاف کی زبان میں بہترین طور پر بیان کیا جا سکتا ہے۔(9)

لیکن مارکسی تھیوری کی اس پھبک کے باوجود، امریکی سوشیالوجی (سماجیات) میں مارکس کی جو تفہیم غالب رہی، اس نے زیادہ تر اور پوری طرح اس نئے کام اور اس کے مضمرات کو جذب نہیں کیا بلکہ اس کام میں بحث کئے گئے خیالات (مثلاً مغائرت) کو پرانے تشریحی چوکھٹوں میں ضم کرنے پر مائل رہی۔(10) علاوہ ازیں مارکس کی سماجی تھیوری پر بنیادی طریقوں سے دوبارہ غور و فکر کرنے کی بہت سی اہم کوششیں حالیہ ماضی میں کی گئیں۔(11) لیکن مارکس پر ہونے والا زیادہ تر مکالمہ، قابل ستائش باریکیوں کے باوجود بالآخر مارکسزم کی سرمایہ داری کی روائتی تفہیم کی حدود کے اندر ہی بند رہا۔ ان حدود نے مارکس کی طرف حالیہ رخ موڑنے کی نظریاتی قوت کو کمزور اور کھوکھلا کیا ہے۔

''روائتی مارکسزم'' سے میری مراد مارکسزم میں کوئی خاص تاریخی رجحان نہیں ہے، جیسا کہ

مثال کے طور پر دوسری انٹرنیشنل کا عقیدہ بند مارکسزم ہے بلکہ زیادہ عمومی طور پر، بلکہ وہ تمام تجزیئے جو مارکسزم کو سمجھتے ہیں۔اس کے بنیادی سماجی رشتوں کو۔۔۔لازماً منڈی کی معیشت، نجی ملکیت اور ذرائع پیداوار پر کنٹرول کی بنیاد پر بنے ہوئے طبقاتی رشتوں کے معنی میں اور جو غلبے کے ان رشتوں کو اولاً طبقاتی غلبے اور استحصال کی صورت میں دیکھتے ہیں۔اس عمومی توضیحی چوکھٹے کے اندر سرمایہ داری ایک تاریخی فعالیت کی خصوصیت رکھتی ہے (طبقاتی ٹکراؤ، سرمایہ دارانہ مقابلے یا ٹیکنالوجیکل ترقی کے ذریعے رواں)(12) جو اس سماج کے بنیادی سماجی رشتوں (جو نجی ملکیت اور منڈی سے تعبیر کئے جاتے ہیں) اور پیداواری قوتوں (جسے صنعتی طریق پیداواری کہا جاتا ہے) میں ایک بڑھتے ہوئے ساختیاتی تضاد کا سبب بنتی ہے۔(13) جب سرمایہ داری کے تضاد کو ان معنوں میں سمجھ لیا جائے۔ضمناً یا واضح طور پر۔تو ذرائع پیداوار کی اجتماعی ملکیت اور صنعتی ماحول میں اقتصادی منصوبہ سازی یعنی ایسے منصفانہ اور شعوری طور پر منظم کئے گئے طریق تقسیم کے معنوں میں جو صنعتی پیداوار سے موافق ہو تو سرمایہ داری کی تاریخی مغلوبیت کے امکان کو سمجھا جا سکتا ہے۔ ثانی الذکر، تنقیدی تجزیئے کا موضوع نہیں ہے۔اسے ایک ٹیکنیکل تسلسل کے طور پر دیکھا جاتا ہے، جسے سرمایہ دار اپنے خاص الخاص مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔لیکن یہ فطری طور پر سرمایہ داری سے آزاد ہے اور سماج کے تمام اراکین کے فائدے کے لئے استعمال ہو سکتا ہے۔(14)

سرمایہ داری کے اس ساختیاتی تضاد کو ایک اور سطح پر سرمایہ دار طبقے، جو پیداوار کا مالک ہے اور اسے کنٹرول کرتا ہے اور پرولتاریہ، جو سماج کی دولت اپنی محنت سے تخلیق کرتا ہے، کے درمیان طبقاتی مخالفت کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔(15) یہ مخالفت ہے نجی مفادات اور آفاقی مفادات کے درمیان اور یہ تاریخی ہے: جبکہ سرمایہ دار طبقہ موجودہ نظام کا غالب طبقہ ہے، محنت کش طبقہ صنعتی پیداوار کی جڑ ہے اس لئے ایک نئے سوشلسٹ نظام کی بنیادوں میں ہے۔یہ تفہیم مارکس کی سیاسی اقتصادیات کی تنقید کے بنیادی زمروں کی مسلمہ پڑھت سے بندھی ہوئی ہے۔مثال کے طور پر اس کے قدر کے زمرے کی توضیح میں یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ سماجی دولت ہمیشہ اور ہر جگہ انسانی محنت سے تخلیق ہوئی ہے۔اور یہ کہ سرمایہ داری میں نیم خودکار منڈی کے طریق تقسیم کے واسطے سے محنت اس کی تہ میں کارفرما ہے۔اس کی قدر زائد کی تھیوری ایسے نکتہ ہائے نظر کے تحت، استحصال کی موجودگی کو یہ جتلا کر دکھانا چاہتی ہے کہ زائد پیداوار صرف اس کے لئے محنت سے تخلیق

ہوتی ہے اور سرمایہ داری (نظام) میں سرمایہ دار طبقہ اسے غصب کرتا ہے۔ اس عمومی چوکھٹے میں تو مارکس کی قدرِ محنت کی تھیوری اول اور آخر قیمتوں اور منافعوں کی تھیوری ہے، اس کے زمرے منڈی اور طبقاتی استحصال کے زمرے ہیں۔ (16) اس تھیوری کی کُنہہ میں ایک بالائے تاریخ اور عامیانہ سوچ والی محنت کے بارے میں تفہیم ہے کہ یہ فطرت اور انسانوں کے درمیان ایک عمل ہے جو مادے کو مقصد کے مطابق ڈھالتی ہے اور سماجی زندگی کی شرط ہے۔ محنت جب یوں سمجھی جائے تو اسے سب سماجوں میں دولت کا منبع مان لیا جاتا ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ یہ سماج کے بننے کے عمل کی تہ میں کارفرما ہوتی ہے اس لئے یہ وہ بناتی ہے جو آفاقی اور بالاصل سماجی ہوتا ہے۔ (میزارو 1970، PP.79-90، ایومیزی 1968، PP.76-77) لیکن سرمایہ داری میں محنت تخصیصی اور ٹکڑے ٹکڑے رشتوں کے ذریعہ اپنے امکانات کی بھرپور تکمیل سے روکی جاتی ہے۔ اس بندش سے آزادی ایسی سماجی ہیئت میں حاصل ہوتی ہے جہاں یہ بالائے تاریخ ''محنت'' منڈی اور نجی ملکیت کی بیڑیوں سے آزاد ہو کر کھلے بندوں سماج کے اصول ضوابط کے طور پر ابھرتی ہے۔ (یہ خیال یقیناً سوشلسٹ انقلاب سے، پرولتاریہ کی ''تکمیلِ ذات'' کے تصور سے جڑا ہوا ہے)

اس بنیادی ڈھانچے کے اندر جسے میں نے ''روائتی مارکسزم'' کہا ہے۔ مختلف نظریاتی، سیاسی اور طریقہ کار سے متعلق رسائیوں (زاویہ ہائے نظر) کا وسیع سلسلہ ہے۔ تاہم جس حد تک یہ سب اوپر دی گئی محنت اور سرمایہ داری اور سوشلزم کی لازمی خصوصیات پر تکیہ کرتی ہیں یہ روائتی مارکسزم کے ڈھانچے کے اندر بندھی رہتی ہیں۔ یہی حال مارکس کی دونوں غالب حالیہ ترجمانیوں کی رووں کا بھی ہوا ہے۔ یعنی ساختیت (Structuralism) اور تنقیدی تھیوری (Critical Theory) کا۔ آلتھسر نے مثال کے طور پر ''محنت کی تصوریت'' (Idealism) کی علمیاتی طور پر پیچیدہ اور کٹیلی تنقید وضع کی۔ روائتی خیال کی کہ محنت تمام دولت کا منبع ہے۔ اور اس سے منسلک خیال کی کہ عوام عامل ہیں۔ اس کی بجائے اس نے سماجی رشتوں کے بارے میں یہ خیال متعارف کرایا کہ وہ ایسے ڈھانچے ہیں کہ بشریاتی موضوعیت کے تبادلوں میں گھٹائے نہیں جا سکتے۔ اس کے باوجود، اس کا معاملہ استحصال کے معنوں میں قدر زاید کے سوال پر اور اس کے ساتھ پیداوار کی طبعی ''مادی'' جہت پر ہے جو بالآخر سرمایہ داری کی روائتی تفہیم سے جڑا ہوا ہے۔ (آلتھسر اور بالیبار 1968، 1970، PP.145, 154, 165-182)۔

اور اگر چہ مختلف اقتصادی، سیاسی، سماجی، تاریخی اور ثقافتی تجزیئے جو روائتی تفہیم کے ڈھانچے کے اندر کئے گئے ہیں بہت زور دار اور بابصیرت ہیں لیکن اس ڈھانچے کی اپنی محدودیت تاریخی عمل میں جیسے ریاستی مداخلتی سرمایہ داری کے عروج اور ''حقیقی طور پر موجود سوشلزم'' میں ہے قابلِ فہم ہے۔ عملِ پیداوار میں بڑھتے ہوئے سائنسی علم اور ترقی یافتہ ٹیکنالوجی کا استعمال ٹیکنالوجی کی ترقی اور افزائش پر بڑھتی ہوئی تنقید اور طبقاتی بنیاد نہ رکھنے والی سماجی شناختوں کی روز افزوں اہمیت زیادہ سے زیادہ واضح ہوگئی ہیں۔ بے شک کلاسیکی سماجی نظریہ دانوں جیسے ویبر اور ڈرک ہائم نے پہلے ہی صدی کے بدلتے ہی دلیل دی تھی کہ سرمایہ داری کی ایک تنقیدی تھیوری۔ جائیدادی رشتوں کے معنی میں سمجھی جائے تو اتنی تنگ ہے کہ جدید سماج کے بنیادی خدوخال کا احاطہ نہیں کرسکتی۔

اس تاریخی پس منظر میں ہم بہترین طور پر دوسرے اہم مارکسی تجزیئے کی لڑی تنقیدی تھیوری کے خط مستدیر کو سمجھ سکتے ہیں۔ باوجودیکہ رسائیوں کے ایک دل کی تشریح اکثریوں کی گئی ہے کہ یہ نام نہاد ''بالائی ڈھانچے'' (ریاست اور ثقافت) سے متعلق ہے۔ تاکہ اس بات کی تشریح کی جاسکے کہ مزدوروں نے انقلاب کیوں برپا نہیں کیا۔ (وائلی 1987، PP.8-11) میں مختصر طور پر اس نظریاتی موقف پر دوسرے معنوں میں غور کروں گا۔ سرمایہ داری کی ایک تنقیدی تھیوری کا خاکہ وضع کرنے کی کوشش کروں گا جو بیسویں صدی کے لئے موزوں ہو، جو روائتی مارکسزم کی محدودیت سے پرے لیکن اس کے کچھ اساسی مفروضوں کو بحال رکھے۔

بیسویں صدی میں وسیع پیمانے پر ہونے والی تاریخی تبدیلیوں اور ویبر اور ڈرک ہائم جیسے دانشوروں کی تنقیدوں، مارکسی روایت کے وسیع تر دائرے کے اندر نمایاں طور پر جارج لیوکاش اور تنقیدی تھیوری والے فرینکفرٹ سکول والوں کے جواب میں، میں نے ایک ایسی تنقیدی تھیوری وضع کرنے کی کوشش کی ہے جو روائتی ''پیراڈائم'' نظریئے کی محدودیت پر قابو پائے اور تاریخی عمل سے زیادہ موافق ہو۔ یہ تھیوریاں مارکس کی تھیوری کی پیچیدہ تفہیم کی بنیاد پر استوار تھیں جسے وہ صرف پیداوار اور طبقاتی ڈھانچے اور زیادہ کم اقتصادیات کی تھیوری نہیں گردانتی تھیں۔ اس کی بجائے وہ اسے سرمایہ دارانہ سماج کی ثقافتی شکلوں کے ساتھ ساتھ سماجی ساختوں کے تجزیئے کے طور پر لیتی تھیں، ایسا تجزیہ جو تھیوری کے سماج سے رشتے کو خود عکسی انداز میں سمجھے۔ اس کا مطلب

ہے کہ وہ اس تھیوری کو ایسی تھیوری سمجھتے تھے جو خود اپنے سماجی سیاق وسباق کا تجزیہ کرنے کی کوشش میں ہو۔ سرمایہ دارانہ سوسائٹی کا ایسے طریقے سے جو خود کار انداز میں خود اپنے نقطہء نظر کے امکان کا ذمہ دار ہو۔ (نظریاتی تنقید کے امکان کو سماجی بنیاد فراہم کرنے کی یہ منعکسی (Reflexive) کوشش، اسی لمحے پر مخالفتی اور کایا کلپی سماجی عمل کی کوشش ہے)

مارکس کی تھیوری کی پہلی پیچیدہ تفہیم کی بنیاد پر ان مفکروں نے سرمایہ داری کی تاریخی قلب ماہیت کے جواب کی کوشش سرمایہ داری کی منڈی مرکز ہیئت سے افسر شاہی، ریاست مرکز ہیئت کا نظریہ قائم کر کے پھر بھی اپنے نظریاتی مفروضوں کے نتیجے میں لوکاش اور اس کے ساتھ فرینکفرٹ سکول کے اراکین کی سرمایہ داری کا ایسا تجزیہ نہیں کر سکے جو ان کے نظریاتی مقاصد بدرجہ اتم پورے کر سکے اور بیسویں صدی کے لئے موزوں ہو۔ لیکن ایک طرف وہ جدیدیت کے بارے میں تنقیدی تھیوری کی سرمایہ داری کی محض انیسویں صدی کے معنوں میں تعریف کی غیر موزونیتوں کو پہچانتے تھے یعنی منڈی اور ذرائع پیداوار کی نجی ملکیت کے معنوں میں۔ دوسری طرف اسی قسم کی تھیوری کے کچھ مفروضوں کے ساتھ بندھے رہے۔

یہ واضح طور پر 1920 کی دہائی کے پہلے حصے میں لکھی گئی لوکاش کی کتاب ''تاریخ اور طبقاتی شعور'' میں دیکھا جا سکتا ہے جس میں اس نے سرمایہ داری کا نظریہ مارکس اور ویبر کے امتزاج سے دوبارہ قائم کرنے کی کوشش کی ہے (لوکاش 1923۔1971، PP.83-222)۔ اس نے ویبر کی جدید سماج کے کردار کی وضاحتوں کو تاریخی عمل کی عقلی تاویل کے معنوں میں قبول کیا اور اس تجزیئے کو مارکس کے جنس کی شکل کے تجزیئے کے ڈھانچے میں سرمایہ داری سماج کے بنیادی ساختیاتی اصول کے طور پر دھنسا دینے کی کوشش کی۔ عقلی استدلال کی اس انداز میں بنیاد بنا کر لوکاش دکھانا چاہتا تھا کہ جسے ویبر نے جدید سماج کا ''آہنی پنجرہ'' کہا ہے وہ جدید سماج کی کسی بھی شکل کا ضروری لازمہ نہیں ہے۔ بلکہ سرمایہ داری کا ایک فعل ہے۔ اور اس لئے اسے تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کے تجزیئے میں مضمر سرمایہ داری کا تصور بہت وسیع تر ہے بمقابلہ استحصال کے ایسے نظام کے جس کی بنیاد نجی ملکیت اور منڈی ہے، اس میں یہ بات مضمر ہے کہ یہ دونوں بالآخر سرمایہ داری کے مرکزی اوصاف نہیں ہیں۔

لیکن اس کے باوجود لوکاش کی پس لبرل سرمایہ داری کا نظریہ قائم کرنے کی کوشش گہرے

طور پر متناقض ہے جب وہ سرمایہ داری پر قابو پانے کے امکان کے سوال پر بحث کرتا ہے تو پرولتاریہ کے تصور کی طرف تاریخ کے انقلابی عامل کے طور پر رجوع کرتا ہے۔ یہ خیال اسی صورت میں معقول ہے اگر سرمایہ داری کی تعریف لازمی طور پر ذرائع پیداوار کی نجی ملکیت کے معنوں میں کی جائے اور محنت کو اس تنقید کا مرکزی نکتہ سمجھا جائے۔ گوکہ لوکاش نے محسوس کر لیا کہ اگر اس کی تنقید جدیدیت کی تنقید کے طور پر موزوں رہتی ہے تو پھر سرمایہ داری کی روائتی معنوں میں تعریف نہیں کی جا سکتی۔ اس نے تنقید پر اپنے نقطۂ نظر کو ٹھیک ان روائتی معنوں میں جاری رکھتے ہوئے یعنی پرولتاریہ اور اس سے منسلک محنت سے تعمیر شدہ کلیت کی صورت میں اپنی تاریخی بصیرت کو کند کر لیا۔

فرینکفرٹ سکول کے اراکین کی طرف سے وضع کی گئی رسائیوں کو اس بات کے ادراک سے کہ روائتی مارکسزم بحیثیت بیسویں صدی کی سرمایہ داری کی تھیوری کے غیر موزوں ہے اور ان کے محنت سے متعلق کچھ بنیادی پہلے سے قائم مفروضوں کو بحال رکھنے میں تناؤ کی صورت میں بھی سمجھا جا سکتا ہے۔

مثال کے طور پر تاریخ کے آئینے میں نیشنل سوشلزم کا عروج، سٹالنزم کی فتح اور مغرب میں عمومی طور پر ریاستی کنٹرول میں اضافے پر میکس ہورخیمر 1930 میں اس نتیجے پر پہنچا کہ پہلے جو سرمایہ داری کی خصوصیت تھی۔ منڈی اور نجی ملکیت۔۔۔ اب اس کے لازمی تنظیمی اصول نہیں رہے۔ (ہورخیمر 1940۔1978، PP.95-117) لیکن اس بصیرت کی بنا پر اس نے ان سماجی رشتوں کی فکری تشکیلِ نو نہ کی جو سرمایہ داری کی بنیادی تخصیص ہیں۔ اس کی بجائے ان رشتوں اور سرمایہ داری کے تضاد کے بارے میں روائتی تصور رکھتے ہوئے ہورخیمر نے دلیل دی کہ سرمایہ داری کے ساختیاتی تضاد (جو ایک طرف محنت اور دوسری طرف منڈی اور نجی ملکیت کے درمیان ہے) پر قابو پا لیا گیا ہے: اب سماج کو بلاواسطہ طور پر محنت تشکیل کرتی ہے۔ بندش سے آزادی کی علامت ہونے کی بجائے یہ انداز فکر فنی ماہرین کے حکومتی غلبے کی ایک نئی شکل کی صورت میں اور بھی اعلیٰ درجے کی عدم آزادی کی طرف لے گیا۔

ہورخیمر کے مطابق اس سے پتہ چلتا ہے کہ محنت (جس کے بارے میں اس نے بالائے تاریخ روائتی تصور قائم رکھا) بندش سے آزادی کی بنیاد نہیں سمجھی جا سکتی تھی، بلکہ فنی ماہرین کی حاکمیت کے غلبے کا ذریعہ سمجھی جانی چاہئے۔ سرمایہ دارانہ سماج اس کے تجزیئے میں اب ایک

ساختیاتی تضاد نہیں رکھتا۔ اب یہ ایک ہی پہلو رکھتا ہے۔ ایسا سماج جس پر وسائلی عقلیت کا راج ہے اور اس پر بنیادی تنقید اور اس کی قلب ماہیت کا کوئی امکان نہیں۔

کیونکہ ہورخیمر نے روائتی مارکسزم کے کچھ بنیادی پہلے سے قائم کئے گئے مفروضے جاری رکھے، جیسے محنت اور سرمایہ داری کے بنیادی تضاد کی فہم، نتیجتاً ان کی حدود کو پھلانگنے کی اس کی کوشش نے مسائل پیدا کر دیئے۔ سرمایہ داری کے بنیادی سماجی رشتوں کی متبادل تشریح کئے بغیر وہ جدید سماج کو سرمایہ دارانہ قرار دیتے رہنے کا درحقیقت جواز نہیں دے سکتا تھا جبکہ اس کا دعویٰ تھا کہ منڈی اور نجی ملکیت پوری طرح معدوم ہو گئے ہیں۔ علاوہ ازیں پس لبرل سرمایہ داری کے یک پہلوئی کردار کے قضیے نے مزید نظریاتی مسائل کھڑے کر دیئے تھے۔ سماجی تضاد خود منعکسی تنقیدی فکر کا مرکزی خیال تھا۔ یہ تھیوری کو اپنے سیاق وسباق میں پیوست رہتے ہوئے بھی اس سے تنقیدی فاصلہ رکھنے کی اجازت دیتا تھا۔ یہ دعویٰ کرتے ہوئے کہ سرمایہ داری کے تضاد پر قابو پالیا گیا ہے ہورخیمر کا تجزیہ اپنے نکتہء نظر کی وضاحت نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے اپنا منعکسی کردار کھو بیٹھا۔ (پوسٹون، PP.84-120)

لوکاش اور فرینکفرٹ سکول کو پس لبرل سرمایہ داری سے نپٹنے میں جو مسائل درپیش تھے ان سے بالا ہونے کی بہترین حالیہ معلوم کوشش یرگین ہیبر ماس کی تھی۔ [ہیبر ماس (1968) 1970 (1968) 1971 (1981) 1984 (1981) 1987]۔ ہورخیمر کے تجزیئے کو درپیش معاملے کا جواب دیتے ہوئے ہیبر ماس نے تنقیدی تھیوری کی بنیاد کی تشکیل نو کی کوشش یہ کہتے ہوئے کی ہے کہ جدید سماج اکیلے محنت سے ہی تعمیر نہیں ہوا بلکہ ابلاغی عمل سے بھی ہوا ہے، اور یہ کہ ان تشکیلی اصولوں میں سے ہر ایک کا اپنا خود مختار منطق ہے اور یہ کہ یہ سماجی دائرہ ہے جو عمل ابلاغ سے بنا ہے جو سماجی تنقید کے امکان کی اجازت دیتا ہے۔ ہیبر ماس کی رسائی تنقیدی تھیوری کی منعکسی جہت کی بازیافت میں کامیاب ہے لیکن یہ اس انداز سے کرتی ہے جس کی بنیاد محنت کی اسی روائتی بنیاد پر ہے، نتیجتاً نئی نظریاتی مشکلات کھڑی کر دیتی ہے۔ گو میں یہاں تشریح نہیں کر سکتا، مجھے صرف اتنا کہنے دیجئے کہ ہیبر ماس کا جدید اقتصادی سماجی اور ثقافتی ہیتوں کا تجزیہ بنیادی طور پر کم تخصیصی ہے اور فرینکفرٹ سکول کی بیسویں صدی کے اوائل کی ثقافت اور سماج کو سمجھنے کی رسائیوں کی طاقت سے عاری ہے۔ علاوہ ازیں (اور ہمارے غور وفکر کے لئے یہ اہم ہے) ہیبر ماس کی رسائی سرمایہ

دارانہ سماج کی تاریخی فعالیت کو نہ معقول ابتدائی بنیاد فراہم کرتی ہے اور نہ اس کا واضح نقشہ کھینچتی ہے جو مارکس کے تجزیئے کے مرکزی مقاصد میں سے ایک ہے۔ اس کی بجائے ہیبر ماس انسانی ترقی کی ایک عبوری ارتقائی تھیوری وضع کرتا ہے۔ (پوسٹون 1990، PP.170-176)

بیسویں صدی کے سماج کی آگے بڑھی ہوئی سماجی تھیوری وضع کرنے کی دیگر حالیہ کوششوں کے لئے بھی سرمایہ دارانہ سماج کی تاریخی فعالیت اور بڑے پیمانے پر ہونے والی ساختیاتی تبدیلی کے موضوع نے مسائل کھڑے کر دیئے ہیں۔ مثال کے طور پر جبکہ فرینکفرٹ سکول کے اراکین نے بیسویں صدی کے پہلے نصف میں ہونے والی تبدیلیوں کا جواب پس لبرل سرمایہ داری کی تھیوری وضع کرنے کی کوشش سے دیا۔ ڈینیل بیل نے ویبر ڈرک ہائم اور بعد میں ریمونڈ آرون کے دلائل کو 1970 کی دہائی کے اوائل میں یہ کہتے ہوئے پھیلایا کہ ''سرمایہ داری'' کا وہ تصور (جو بیل روائتی مارکسی معنوں میں سمجھتا تھا) جدید سماج کے اہم پہلوؤں کو گرفت نہیں کرتا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ بیسویں صدی کے تاریخی تجربے نے دکھا دیا ہے کہ ''سرمایہ داری'' اور ''سوشلزم'' بنیادی طور پر سماجی زندگی کی مختلف شکلوں کا حوالہ نہیں دیتے۔ اس لئے مختلف تاریخی ادوار کا بھی نہیں۔ بلکہ اسی سماجی طریق زندگی کا جو اس کی مختلف تنظیمی شکلوں کی تہ میں کارفرما ہے۔ یعنی صنعتی سماج کا (جو بیل کے مطابق، ایک ''پس صنعتی سماج'' کی سمت میں بڑھ رہا تھا) (Bell, 1973) بیل کی جدیدیت کی تنقید کی تھیوری کہ منڈی اور نجی ملکیت پر مرکوز ہے کتنی ہی معقول کیوں نہ سمجھی جائے اس کی اپنی رسائی مسائل پیدا کرتی ہے۔ یہ تاریخی ترقی کے ایسے تصور سے جو اسے ٹیکنالوجی کے ذریعے حرکت پذیر سمجھتی ہے مضمرانہ طور پر بندھی ہوئی ہے اور تاریخی طور پر فعال کردار والے جدید سماج کی کوئی سماجی تشریح فراہم نہیں کرتی۔ بیل کا تاریخی ترقی کا تصور اپنی روح میں یک رُخا ہے اور معیشت پر موثر ریاستی کنٹرول پہلے سے فرض کرتا ہے۔ اس لئے یہ ترقی یافتہ صنعتی ممالک کی پچھلے بیس برسوں کی غیر یک رخے کردار والی اہم سماجی اور اقتصادی ترقی ۔۔۔ جیسے 1970 کی دہائی سے مداخلتی ریاست کے معیشت کو کنٹرول کرنے کے اختیار کا گھٹنا، آمدنی میں تفریق کے بڑھنے کا رجحان و کام کرنے والی آبادی کے بڑے حصے کی حقیقی آمدن میں ٹھہراؤ اور ساختیاتی بے کاری میں اضافے کی توجیہہ نہیں کر سکتی۔

یہ پیش رفتیں بیل کی پس صنعتی سماج کی تھیوری کے اہم پہلوؤں سے متعلق سوال اٹھاتی

ہیں۔ زیادہ عمومی طور پر اس خیال کے بارے میں جو کہ عالمی جنگ کے دور میں وسیع طور پر پھیلا ہوا تھا کہ ریاستی مداخلت کا عروج سرمایہ دارانہ سماج کی نیم خودمختار فعالیت کو سہو زمانی (خطائے تاریخی) سے اختتام کی علامت قرار دیتا تھا۔

ایسی فعالیت کا کھلا دوبارہ ظہور سرمایہ داری کی تھیوری کی مسلسل ضرورت جتلاتا ہے۔ تاہم ایسی تھیوری فرینکفرٹ سکول کے نظریہ دانوں کے ساتھ ساتھ ہیل اور آرون کی بصیرتوں کہ منڈی اور نجی ملکیت جدید سماج کے مرکزی تعریفی خدوخال نہیں گردانے جا سکتے کا جواب دینے کے بھی قابل ہو۔ دوسرے لفظوں میں ایسی تھیوری کی بنیاد سرمایہ داری کے ایسے تصور پر ہونی چاہئے جو سماج کے سب سے بنیادی سماجی رشتوں کو ذرائع پیداوار کی نجی ملکیت کے بنائے ہوئے طبقاتی رشتوں اور منڈی کے معنوں میں نہ جانے۔

میں مارکس کی پختہ تصانیف کی نئی وضاحت کا خاکہ پیش کرنا پسند کروں گا۔ خاص طور سے سرمائے کا جو سرمایہ داری کی نئی فکری تشکیل کی تھیوری کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ (بوسٹون 1993)۔ میں نے مارکس کی پختہ تھیوری کو اپنا نکتہء گریز چُنا، کیونکہ میرے خیال میں یہ ان فعال سلسلوں کی جو جدید دنیا کے آگے بڑھے ہوئے تاریخی افعال کی تہ میں کارفرما ہیں کے سخت گیر تجزیئے کے لئے بہترین بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی میرا ارادہ ایسے تجزیاتی زمرے وضع کرنے کا تھا جو سرمایہ دارانہ سماج کے بنیادی ساختیاتی اصولوں کی فہم کا اظہار کریں اور جو لازماً روایتی مارکسزم سے مختلف ہوں۔ جو ڈھانچے اور عمل، مادی زندگی اور معانی کے نظریاتی دوہرے پن پر بھی قابو پائیں۔ میں نے یہ دکھانے کی کوشش کی یہ زمرے سرمایہ داری کی سخت گیر اور خودفکری (Self reflexive) تنقیدی تھیوری کے لئے بحیثیت جدیدیت کی تھیوری کے بشمول ہر دو یعنی اولاً ہمعصر ترقی یافتہ مغربی صنعتی سماجوں اور ثانیاً اس کے لئے جسے ''حقیقت میں موجود سوشلزم'' کہا گیا ہے بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ ایسی تھیوری پچھلی دو دہائیوں کی وسیع پیمانے پر ہونے والی قلب ماہیتوں کے تجزیئے کے لئے ایک بار آور نکتہء انحراف ثابت ہو سکتی ہے۔

III

کیپٹل کی تیاری کے لئے بنائی گئی دستاویز گرنڈرسے لکھنے کے دوران مارکس کے

خیالات کی سمت میں ہونے والی بڑی تبدیلی کے بیان سے مجھے شروع کرنے دیجئے۔ (مارکس58-1857، 1973)۔ مارکس نے گرنڈرسے ''پیداوار'' اور ''صرف'' جیسے بالائے تاریخ اور غیر متعین زمروں کے خیال کے ساتھ شروع کی۔ (مارکس58-1957، 1973، PP.83ff) لیکن وہ اس نکتہء انحراف سے مطمئن نہ تھا۔ دستاویز کے آخر میں مارکس نے ایک نیا آغاز تجویز کیا جو پھر اس نے بعد کے متنوں میں جاری رکھا۔(17) یہ نیا آغاز تھا جنس کا زمرہ(18) بعد کی تصانیف میں مارکس کا جنسوں کا تجزیہ جیسے کہ وہ بہت سے سماجوں میں وجود رکھتی ہوں نہیں ہے اور نہ ہی یہ سرمایہ داری سے قبل کے فرضی مرحلے کی ''سادہ پیداوار جنس'' ہے۔ بلکہ اس کا تجزیہ اس جنس کا ہے جو سرمایہ دارانہ سماج میں موجود ہے۔ مارکس نے اب جنس کا تجزیہ محض ایک مادی شئے کے طور پر نہیں کیا بلکہ تاریخی طور پر مخصوص سماجی رشتوں کی سب سے بنیادی شکل کہ اس سماج کے کردار کی وضاحت کرتی ہے کے طور پر کیا۔ (مارکس66-1863، 1976، PP.949-951)

بالائے تاریخ سے تاریخی طور پر مخصوص نکتہء انحراف کی طرف یہ پیش رفت مارکس کی سوچ میں اہم تبدیلی کی نشاندہی کرتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تھیوری کے زمرے تاریخی طور پر خاص ہیں۔ علاوہ ازیں مارکس کا مفروضہ کہ خیال سماجی طور پر سمویا ہوا ہوتا ہے، اُس کا تاریخی مخصوصیت کے خیال کی طرف اسے سرمایہ دارانہ سماج کے زمرے مانتے ہوئے مڑنا، یعنی خود اپنے تاریخی متن، جس میں اس کی اپنی تھیوری کے تاریخی مخصوصیت کے خیال کی طرف موڑ مضمر ہے شامل ہے۔

اس میں ایک مختلف قسم کے سماجی تنقیدی تجزیئے کی ضرورت مضمر ہے۔ اس کے نکتہء نظر کا تعین بالائے تاریخ طور پر یا ماورائی فلسفے کے طور پر نہیں ہوسکتا بلکہ اس کا تعین سماجی موضوع کے نظری پہلو کی تحقیق کے طور پر کرنا ہوگا۔ کوئی تھیوری جس میں مارکس کی تھیوری بھی شامل ہے، اس فکری ڈھانچے میں اس لئے کامل بالائے تاریخ جواز نہیں رکھتی۔ اب تھیوری کا ایک اہم کام منعکسی تھا: اسے اپنے نکتہء نظر کو انہی زمروں کے ذریعے جن سے اس نے اپنے تاریخی متن کا تجزیہ کیا تھا معقول بنانا تھا۔

مارکس کے اپنے زمروں کے تاریخی تخصیصیت کی طرف رخ موڑنے کا دوسرا بڑا ضمنی مفہوم یہ تھا کہ بالائے تاریخ خیالات، جیسے تاریخ کی تہ میں کارفرما جدلیاتی منطق اب تاریخی طور پر اضافی ہوگیا ہے۔ ان کی بالائے تاریخ حقانیت سے اختلاف کرتے ہوئے بہرحال مارکس نے یہ

دعویٰ نہیں کیا کہ ایسے خیالات کبھی درست نہ تھے۔ اس کی بجائے، اس نے ان کی سچائی کو سرمایہ دارانہ سماجی تشکیل تک محدود کر دیا۔ ساتھ یہ دکھاتے ہوئے کہ کس طرح سرمایہ داری کے لئے تاریخی طور پر جو مخصوص ہے کو بالائے تاریخ گردانا جا سکتا ہے۔ اس بنیاد پر مارکس نے ان تھیوریوں کا تنقیدی تجزیہ کرنا شروع کیا۔ جو تاریخ یا عمومی طور پر سماج کے لئے ایسے زمرے بروئے کار لاتی ہیں، جو اُس کے مطابق صرف سرمایہ دارانہ دور کے لئے صحیح ہیں۔

یہ تنقیدی تجزیہ مارکس کی اپنی پہلی بالائے تاریخ موضوعی تصورات والی (Projections) تحریروں پر بھی ضمنی طور پر صادر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ خیال کہ طبقاتی جدوجہد تمام تاریخ کا محور رہی ہے یا خیال کہ تمام تاریخ ایک فطری منطق رکھتی ہے یا بیشک یہ خیال کہ محنت سماجی زندگی کا بڑا (تعمیری) ترکیبی عنصر ہے۔

الغرض اگر مارکس کے بہت سے اوائلی خیالات تاریخ سماج اور محنت سے متعلق موضوعی تصوراتی تھے اور حقیقی طور پر صرف سرمایہ دارانہ سماج کے لئے صحیح تھے تو اب اسے ان کی درستی کے لئے ان بنیادوں کو اس سماج کی خاص خاصیتوں میں عیاں کرنا تھا۔ مارکس نے ایسا اس کا تعین کر کے کرنا چاہا جسے وہ سماجی رشتوں کی سب سے بنیادی شکل سمجھتا تھا اور جو اس کے تئیں سرمایہ دارانہ سماج کی تخصیص ہیں، اس بنیاد پر احتیاط سے ان زمروں کا ایک مربوط تسلسل بناتے ہوئے جس کے ذریعے وہ اس سماج تلے جاری افعال کی تشریح کر سکے۔ وہ بنیادی شکل، جیسا کہ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں، جنس ہے۔ مارکس نے ''جنس'' کی اصطلاح لی اور اسے سماجی رشتوں کی تاریخی طور پر ایک خاص شکل کو بیان کرنے کے لئے استعمال کیا۔ ایسی اصطلاح جو سماجی چلن کی درجہ وار شکل سے وضع کی گئی، اور اس کے ساتھ ہی افعال عالمی نکتہ ہائے نظر اور لوگوں کے فطری رجحانوں کا ساختیاتی اصول بھی ہے۔ عملی کام کے زمرے کے طور پر، یہ سماجی موضوعیت اور معروضیت، دونوں کی شکل ہے۔ کچھ پہلوؤں سے مارکس کے جدیدیت کے تجزیئے میں یہ اسی طرح کا مقام رکھتی ہے جس طرح کے ایک ماہر بشریات کے ایک دوسری قسم کے سماج کے تجزیئے میں خونی رشتہ۔

مارکس کے تجزیئے کے مطابق، جنس کی صورت میں سماجی رشتوں کو جو منفرد بناتی ہے وہ ہے محنت۔ یہ معروضی شکل میں وجود رکھتی ہے اور اس کا دوہرا (ثنویتی) کردار ہے۔ اس بیان کی وضاحت کے لئے مارکس کے سرمایہ داری میں محنت کے تاریخی مخصوصیت کے تصور کو اجاگر کرنا ہو

گا۔اس کے جنس کے تجزیئے کے مطابق محنت بے شک سرمایہ داری کے بنیادی سماجی رشتے بناتی ہے۔لیکن تاریخی مخصوصیت کی بنا پر یہ تعمیری فعل محنت کا بدیہی وصف نہیں سمجھا جا سکتا جیسا کہ وہ تمام سماجوں میں موجود ہے۔ بے شک مارکس کی ریکارڈو پر بڑی تنقید یہ تھی کہ اس نے قدر کی اور محنت کی جو کہ اسے بناتی ہے تاریخی مخصوصیت نہ سمجھتی تھی۔ (مارکس (63-1861) 1968، P.60، 1970(1959):P.164)

پھر سرمایہ داری میں محنت کی تاریخی مخصوصیت ہے کیا؟ مارکس کے مطابق سرمایہ داری میں محنت کا ''دوہرا کردار'' ہے۔ یہ ''ٹھوس محنت'' اور ''تجریدی محنت'' دونوں ہے۔ (مارکس (1867)، 1976a، PP.131-139)۔''ٹھوس محنت'' اس حقیقت کا حوالہ دیتی ہے جو کسی بھی قسم کی کارکردگی جسے ہم محنتی عمل سمجھتے ہیں اور تمام سماجوں میں انسانوں کے فطرت سے تعامل کا واسطہ بنتی ہے۔''تجریدی محنت'' میں دلیل دیتا ہوں، یہ ظاہر کرتی ہے کہ محنت کا ایک انوکھا سماجی وظیفہ ہے۔ یہ ایک نئی قسم کا ایک دوسرے پر سماجی انحصاریت کا واسطہ بنتی ہے۔(بین الانحصاریت)

مجھے تشریح کرنے دیجئے! ایسا سماج جس میں جنس کُل کا بنیادی ساختیاتی زمرہ ہے اس میں محنت اور اس کی پیدا کی ہوئی اشیاء سماجی طور پر روائتی بندھنوں، معیارات حتیٰ کہ طاقت کے رشتوں اور غلبے کے مطابق تقسیم نہیں ہوتے یعنی ظاہر سماجی رشتوں کے مطابق۔ جیسا کہ دوسرے سماجوں میں ہوتا ہے اس کی بجائے محنت خود ایک قسم کے نیم معروضی ذرائع کے ذریعے جن سے دوسروں کی پیداوار حاصل کی جاتی ہے ان رشتوں کی جگہ لے لیتی ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک نئی قسم کی بین الانحصاریت وجود میں آ جاتی ہے جہاں کوئی بھی وہ صرف میں نہیں لاتا جو وہ پیدا کرتا ہے، بلکہ جہاں آدمی کی اپنی محنت یا محنت کی پیداوار دوسروں کی پیدا کی ہوئی اشیاء حاصل کرنے کے لئے ایک ضروری وسیلہ بن جاتی ہے۔اس طرح ایک ذریعے کے طور پر مستعمل ہونے میں محنت اور اس کی پیدا شدہ اشیاء حقیقت میں ظاہری سماجی رشتوں کے اس تفاعل کی پیش بندی کرتے ہیں۔ ظاہری سماجی رشتوں کی طرف سے واضح تعریف و تقسیم اور اہمیت دیئے جانے کی بجائے، جیسے کہ دوسرے سماجوں میں ہوتا ہے، سرمایہ داری نظام میں محنت کی تعریف و تقسیم اور اہمیت دیا جانا ساختوں (جنس و سرمایہ) کی طرف سے ہوتا ہے جنہیں محنت خود تخلیق کرتی ہے۔یعنی محنت سرمایہ داری نظام میں سماجی رشتوں کی ایک ایسی شکل بناتی ہے جو غیر ذاتی، بظاہر غیر سماجی و نیم معروضی

کردار رکھتی ہے اور جو روائتی سماجی بندھنوں اور طاقت کے رشتوں کو اپنے اندر سموتی ان کی کایا کلپ کرتی کسی حد تک کمزور کرتی اور ان کی جگہ لے لیتی ہے۔

مارکس کی پختہ تصانیف میں بھرپور سماجی زندگی میں محنت کی مرکزیت کا تصور ایک بالائے تاریخ قضیہ نہیں ہے۔ یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ نہیں کرتا کہ مادی پیداوار ہمیشہ سماجی زندگی کی شرط اوّل ہوتی ہے۔ نہ ہی اس کے معنی یہ لینے چاہئیں کہ مادی پیداوار عمومی طور پر سماجی زندگی کا سب سے لازمی پہلو ہے حتیٰ کہ خاص طور سے سرمایہ داری میں بھی۔ بلکہ یہ محنت کے سرمایہ داری میں تاریخی طور پر مخصوص سماجی رشتوں کے قیام کا حوالہ دیتی ہے جو اس سماج کے کردار کو متعین کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں مارکس سماجی وسیلے کی تاریخی طور پر متعین صورت بناتی ہوئی محنت کا تجزیہ کرتا ہے جو کہ جدیدیت کی حتمی سماجی اساس کے بنیادی خدوخال رکھتی ہے۔ خاص طور سے اس کی آگے بڑھی ہوئی تاریخی حرکیات کی۔ مادی پیداوار کی سماجی اولیت تسلیم کرنے کی بجائے مارکس کی پختہ تھیوری سرمایہ داری میں سماجی وسیلے کی ایسی شکل ہے (جسے ''تجریدی محنت'' بناتی ہے) جو مادی پیداوار کے دونوں سلسلوں (''ٹھوس محنت'') اور صرف ہر دو کی اولیت دکھانا چاہتی ہے۔ تو سرمایہ داری میں محنت صرف ایسے نہیں ہے جیسے کہ ہم اسے بالائے تاریخ اور عام فہم طور پر سمجھتے ہیں، مارکس کے مطابق یہ تاریخی طور پر مخصوص سماجی واسطے بنانے والی کارکردگی ہے۔ اس لئے اس کی پیداوار، جنس و سرمایہ ۔۔۔ دونوں ٹھوس محنت کی پیداوار ہیں اور سماجی وساطت کی معروضی شکلیں ہیں۔ اس تجزیئے کے مطابق وہ سماجی رشتے جو سب سے بنیادی طور پر سرمایہ دارانہ سماج کے کردار کو متعین کرتے ہیں کیفیتی طور پر مخصوص ظاہری سماجی رشتوں سے بہت مختلف ہیں۔ جیسے کہ خونی رشتے یا ذات کے رشتے یا بلاواسطہ غلبے کے رشتے ۔۔۔ جو غیر سرمایہ دار سماجوں کا خاصہ ہیں۔ باوجودیکہ ثانی الذکر قسم کے سماجی رشتے سرمایہ داری میں بھی موجود رہتے ہیں لیکن جو حتمی طور پر اس سماج کا ڈھانچہ بناتی ہے وہ ہے نئی اور اس کی تہ میں کارفرما سماجی رشتوں کی سطح جو کہ محنت بناتی ہے۔ وہ رشتے ایک انوکھا نیم معروضی، رسمی کردار رکھتے ہیں اور شنویتی ہیں ۔۔۔ ان کی خاص پہچان ایک تجریدی عمومی ہم آہنگ پہلو اور ٹھوس، مخصوص مادی پہلو میں تضادات سے عبارت ہے۔ یہ دونوں ''فطری'' نظر آتے ہیں نہ کہ سماجی اور نظری حقیقت کے سماجی تصورات کا سبب بنتے ہیں۔

سرمایہ داری کی تہ میں کارفرما سماجی وساطت کے تجریدی کردار کا اظہار بھی دولت کی شکل میں ہوتا ہے جو اس سماج میں چھائی ہوئی ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے، مارکس کی ''قدر کی محنت۔ تھیوری'' اکثر اوقات غلطی سے دولت کی محنت۔ تھیوری سمجھی گئی ہے یعنی ایسی تھیوری کے طور پر جو منڈی کی کارگزاریوں کی تشریح کرتی ہے اور استحصال کی موجودگی کا ثبوت یہ دلیل دیتی ہے کہ تمام وقتوں اور تمام جگہوں میں، صرف محنت ہی دولت کا سماجی منبع ہے۔ مارکس کا تجزیہ عمومی طور پر دولت کا نہیں ہے اور نہ ہی عمومی طور پر محنت کا ہے۔ اس نے قدر کا تجزیہ دولت کی تاریخی طور پر مخصوص شکل میں کیا جو سرمایہ داری میں محنت کے تاریخی طور پر منفرد کردار سے دولت کی ایک شکل میں بندھی ہوئی ہے اور یہ سماجی وساطت کی ایک شکل بھی ہے۔ مارکس بڑی وضاحت کے ساتھ قدر کو مادی دولت سے علیحدہ دیکھتا تھا اور دولت کی ان دو متفرق شکلوں کو سرمایہ داری میں محنت کے دوہرے پن سے منسلک کرتا تھا۔ مادی دولت پیدا شدہ اشیاء کی مقدار سے ماپی جاتی ہیں اور محنت کے ساتھ بہت سے عوامل جیسے علم وسماجی تنظیم اور فطری حالات وغیرہ کا وظیفہ ہے۔ قدر صرف محنت کے وقت کے خرچ سے تشکیل ہوتی ہے اور مارکس کے مطابق یہ سرمایہ داری میں دولت کی غالب شکل ہے۔ (مارکس (1987) 1976a، 1973 (1857-58): PP.136-137، PP.704-705) جبکہ مادیت دولت، جب یہ دولت کی غالب شکل ہوتی ہے تو ظاہری سماجی رشتوں کے درمیان رابطے کا ذریعہ بنتی ہے جبکہ قدر دولت کی خود وساطتی شکل ہے۔

اس دلیل سے کہیں دور کہ قدر دولت کی بالائے تاریخ شکل ہے، مارکس نے سرمایہ داری کے مرکزی خدوخال کی تشریح یہ دلیل دیتے ہوئے کی کہ یہ ایک بے نظیر طریقے سے قدر پر قائم ہے۔ اس کے زمروں کا مقصد ایک تاریخی طور پر مخصوص قسم کے سماجی غلبے اور ایک یکتا و جاری و ساری فعالیت کو گرفت میں لانا ہے۔۔۔ صرف توازنی قیمتوں کے جواز اور استحصال کی ساختیاتی مرکزیت ثابت کرنا نہیں۔ (19) مارکس کے تجزیئے کے مطابق سرمایہ داری میں پیداوار کا حتمی مقصد پیدا کی ہوئی اشیاء نہیں بلکہ قدر ہے، یا زیادہ درست ہوگا قدرِ زاید۔ دولت کی ایک شکل کے طور پر قدر۔۔۔ محنت کی ٹھوس معروضی شکل، ایک نیم معروضی ذریعہ ہے وہ چیزیں حاصل کرنے کا جو اس نے پیدا نہیں کیں۔ ان اجناس کی طبعی خاصیتوں سے آزاد جن میں کہ یہ لگی ہوتی ہے۔ اس لئے یہ دولت کی خالص مقداری شکل ہے۔ اس چوکھٹے کے اندر پیداوار سرمایہ داری میں لازمی طور

پر مقداریتی رخ رکھتی ہے۔قدر (زائد) کی مقدار کی زیادہ سے زیادہ بڑھوتری کی طرف۔ جیسے قدر (زائد) کے لئے پیداوار۔۔۔سرمایہ داری میں پیداوار ٹھوس بنیاد رکھنے والے کسی مقصد کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک کبھی ختم نہ ہونے والے تسلسل کا ایک لمحہ ہے۔ یہ پیداوار ہے پیداوار ہی کے لئے۔(مارکس(1867)1976a، P.742)

مارکس کی قدر کی تھیوری بنیاد فراہم کرتی ہے سرمایہ داری کی بحیثیت ایک سماجی طور پر بنی ہوئی وساطت اور دولت کے جن کی اولین خصوصیت اس کا لامحدود پھیلاؤ کا رجحان ہے۔ جدید سماج کی فعالیت کے جواز اور اس کی تخصیص کی کوشش کا ایک لازمی اہمیت کا پہلو اس کا عارضی ہونا ہے۔ جس طرح کہ قدر اس چوکھٹے کے اندر پیدا شدہ اشیاء کی طبعی خاصیتوں سے تعلق نہیں رکھتی، اس کا ماپ بھی پیدا کی ہوئی اشیاء کی مقدار سے فوری مماثلت نہیں رکھتا۔ (''مادی دولت'') بلکہ ایک تجریدی قسم کی دولت کے طور پر قدر کی اساس ایک تجریدی ماپ پر ہے۔۔۔سماجی طور پر اوسط یا ضروری، وقتِ محنت کے خرچ پر۔

سماجی طور پر ضروری وقتِ محنت کا ثمرہ محض بیانی نہیں ہے بلکہ ایک عمومی دنیاوی معیار کا اظہار کرتا ہے جو پیدا کاروں کے عملوں کا نتیجہ ہوتا ہے اور جس کی مطابقت ان پر لازم ہوتی ہے۔ ایسے وقتی معیارات ایک تجریدی قسم کی مجبوری لاگو کرتے ہیں جو سرمایہ داری کی وساطت کی شکل اور دولت کے لئے فطری ہے۔ دوسرے لفظوں میں سرمایہ داری میں پیداوار کا مقصد پیدا کاروں کا سامنا ایک بیرونی ضرورت کے طور پر کرتا ہے۔ یہ سماجی روایت یا کھلے سماجی جبر کی دین نہیں ہے اور نہ ہی اس کا فیصلہ شعوری طور پر کیا جاتا ہے۔ بلکہ مقصد اپنے آپ کو انسانی اختیار سے باہر پیش کرتا ہے۔ تجریدی غلبے کی صورت جو سرمایہ داری میں محنت بناتی ہے وہ ہے وقت کا غلبہ۔

وساطت کی وہ شکل جو سرمایہ داری تشکیل کرتی ہے پھر غلبے کی ایک نئی شکل کا سبب بنتی ہے۔ ایسی جو لوگوں کو غیر ذاتی زیادہ سے زیادہ پر کفایت ساختیاتی فرمانوں اور بندشوں کا پابند کرتی ہے۔ (مارکس(1857-58)P.164)۔ یہ غلبے کی خود وضع کردہ شکل مارکس کی پختہ تصانیف میں اس کی پہلی تحریروں میں پیش کئے گئے اجنبیت کے تصور کی سماجی اور تاریخی تشریح ہے۔ یہ سرمایہ داروں اور مزدوروں دونوں پر باوجود ان کے طاقت اور دولت میں عظیم فرق کے لاگو ہوتی ہے۔

مارکس نے کیپٹل میں غلبے کی تجریدی شکل کا جو تجزیہ کیا ہے اسے اطمینان بخش طور پر طبقاتی

غلبے کے معنوں میں، زیادہ عمومی طور پر، سماجی گروہوں یا ریاست کی اداراتی ایجنسیوں اور/یا معیشت کے ٹھوس غلبے کے معنوں میں نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس کا کوئی تعینی نکتہ نہیں ہے باوجود یکہ یہ مخصوص سماجی افعال سے تشکیل ہوتا ہے لیکن سماجی بالکل نہیں لگتا۔ ڈھانچہ ایسا ہے کہ آدمی کی اپنی ضروریات نہ کہ طاقت کے استعمال کی دھمکی یا دوسری قدغنیں اس ''ضرورت'' کا منبع لگتی ہیں۔

مارکس کے الفاظ میں قبل از سرمایہ داری کے سیاق وسباق میں جو ذاتی انحصاریت کے رشتوں سے عبارت ہے، ''معروضی انحصاریت'' کے سماجی ڈھانچے میں انفرادی ذاتی آزادی سے عبارت ایک نیا متن ابھرا۔ (مارکس (58-1857) 1973، P.158)

کلاسیکی جدید متناقضہ اختلاف کی دونوں شرائط (حالتیں) آزادی سے خود کو متعین کرنے والا فرد اور معروضی ضرورت کے بیرونی دائرے کے طور پر سماج۔۔۔ مارکس کے تجزیئے کے مطابق جنس سے متعین ہونے والی سماجی رشتوں کے عروج اور پھیلاؤ سے تاریخی طور پر متشکل ہوتے ہیں۔

اس توضیح کے چوکھٹے کے اندر پھر سرمایہ داری کے سبب سے بنیادی رشتے اکیلے طبقاتی استحصال اور غلبے کے نہیں ہیں۔ مارکسی تجزیئے میں یہ بے شک شامل ہیں، لیکن یہ اس سے آگے جاتا ہے۔ لیکن یہ صرف اس سے متعلق نہیں ہے کہ اشیاء اور بالآخر طاقت کس طرح تقسیم ہوتی ہے بلکہ یہ سماج کا ڈھانچہ تشکیل کرنے والی سماجی وساطت کی فطرت کو بھی گرفت میں لانا چاہتا ہے۔ مارکس نے کیپٹل میں دکھانا چاہا کہ سماجی وساطت کی شکلیں جن کا اظہار جنس اور سرمائے جیسے اساسی زمروں میں ہوتا ہے ایک طرح کے معروضی نظام میں متشکل ہو جاتے ہیں جو بہت سی انسانی کارکردگی کے مقاصد اور ذریعوں کو زیادہ سے زیادہ متعین کرتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ مارکس نے سرمایہ داری کی ایک نیم معروضی سماجی نظام کی حیثیت میں تجزیہ کرنے کی کوشش اس نظام کے درجہ بند سماجی عمل کو استدلالی بنیاد فراہم کرتے ہوئے کی۔ (21)

غلبے کی وہ شکل جسے میں نے بیان کرنا شروع کیا ہے ساکت نہیں ہے۔ یہ جدید سماج تلے کارفرما ایک فطری فعالیت تخلیق کرتی ہے۔ اس فعالیت کے دیگر متعینات کا خاکہ قدر کے مادی متعینات کے کچھ مضمرات پر غور سے کیا جا سکتا ہے۔ قدر کا مادی پہلو پیداواریت اور قدر کے درمیان ایک تعینی رشتے کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کا مختصر بیان یہاں کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ قدر اکیلے

سماجی طور پر ضروری وقتِ محنت کا وظیفہ ہے۔ اس لئے پیداواریت میں اضافے کا نتیجہ ہوتا ہے، قدر میں صرف محدود عرصے کے لئے اضافہ۔ ایک دفعہ پیداواریت میں اضافے سماجی طور پر عام ہو جائیں، تو پھر وہ دوبارہ سماجی اوسط (یا ضروری) وقت محنت متعین کرتے ہیں، پھر قدر کی فی یونٹ مقدار واپس اپنی اصلی ''بنیادی سطح'' تک گر جاتی ہے۔ (مارکس (1867) 1976a، P.129) اس کا مطلب ہے کہ پیداواریت کی اعلیٰ سطحیں ایک دفعہ سماجی طور پر مرتب ہوتی ہیں۔ وہ زیادہ مقدار میں مادی دولت تخلیق کرتی ہیں۔ لیکن قدر کی فی یونٹ وقت اعلیٰ سطحیں تخلیق نہیں کرتیں۔ اسی علامت سے اور یہ نہایت اہم ہے۔ سماجی طور پر بلند تر پیداواریت کی سطحیں سماجی طور پر ضروری وقتِ محنت کا خرچ کم نہیں کرتیں (ایسا ہوتا اگر مادی دولت ہی دولت کی غالب شکل ہوتی)، اس کی بجائے وہ ضرورت مسلسل بار بار مرتب ہوتی رہتی ہے۔ ایسے نظام میں جو قدر پر قائم ہے پیداواریت میں ہمیشہ بڑھوتری کی سطحوں کے لئے دباؤ ہوتا ہے جبکہ بلاواسطہ انسانی وقتِ محنت کا خرچ بحیثیت کل نظام کے لئے ضروری رہتا ہے۔ یہ انداز پیداواریت کو اور بھی آگے بڑھاتا ہے۔

اس کا نتیجہ بہت پیچیدہ، غیر یک رخی تاریخی فعالیت میں نکلتا ہے۔ ایک طرف اس فعالیت کی تخصیص محنت کے ٹیکنیکل عملوں میں ہونے والی قلب ماہیتوں سے، سماجی اور محنت کی تفصیلی تقسیم سے، زیادہ عمومی طور پر سماجی زندگی کی۔۔۔ فطرت، ڈھانچے اور سماجی طبقات کے باہمی اور دوسرے گروہوں سے تعلق، پیداوار کی نوعیت، رسل و حمل، گردش، انداز زندگی اور خاندان کی ہیئت وغیرہ سے ہوتی ہے۔ دوسری طرف یہ تاریخی فعالیت خود اپنی بنیادی حالت کی جاری ترتیب نو بحیثیت سماجی زندگی کے تبدیل نہ ہونے والے پہلو کے۔۔۔ بالفاظ دیگر کیونکہ سماجی وساطت بالآخر محنت سے متاثر ہوتی ہے، اس لئے زندہ محنت پیداواری عمل کے لئے (سماج کو بحیثیت کل دیکھا جائے تو) پیداواریت کی سطح سے قطع نظر، جزو لازم رہتی ہے۔

یہ سمجھنے کے لئے کہ سرمایہ داری کی ترقی کا راستہ کیوں یک رُخا نہیں رہا، یہ تجزیہ ایک نکتہ انحراف فراہم کرتا ہے۔ سرمایہ داری کے تخلیق کردہ گراں بہا اضافے نہ تو عمومی خوشحالی کی بلند سطحوں کی طرف لے گئے ہیں اور نہ ہی سماجی محنت کی بنیادی ساختِ نو کی طرف یعنی وقتِ محنت میں نمایاں عام کمی کی طرف۔ تاریخ سرمایہ داری میں اس چوکھٹے کے اندر نہ ہی ترقی کی سادہ کہانی ہے (ٹیکنیکل یا دوسری طرح کی) اور نہ ہی رجعت اور زوال کی بلکہ ایک ایسا سماج ہے جو مسلسل حرکت

میں ہے لیکن اس کے باوجود اپنی اساسی شناخت کی تعمیر نو کرتا رہتا ہے (جس سے وہ شناخت، اور یہ بات قابل غور ہے، نیم معروضی اور فعال سماجی شکل میں محنت سے بنی ہوئی تاریخی طور پر ایک مخصوص وساطتی عمل کے معنوں میں سمجھی جاتی ہے نہ کہ نجی ملکیت یا منڈی کے معنوں میں)۔ یہ فعالیت ایک دوسری سماجی زندگی کی تنظیم کاری کا امکان تخلیق کرتی ہے اور ساتھ ہی اس امکان کو حقیقت میں بدلنے سے روکتی ہے۔

سرمایہ داری کی پیچیدہ فعالیت کی ایسی تفہیم جدید سماج کی نمو کے خط مُستدیر اور پیداوار کے ڈھانچے کا تنقیدی وسماجی (نہ کہ ٹیکنالوجیکل) تجزیہ کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ ایک نظام جو قدر پر قائم ہو مسلسل بڑھنے والی پیداواریت کا باعث ہوتا ہے۔ مارکس کے قدر زائد کے زمرے کا تجزیہ اس کی مزید صراحت کرتا ہے۔ مارکس کے قدر زائد کے کلیدی تصور سے متعلق اہم بات نہ صرف جیسا کہ روائتی توضیحات چاہیں گی، کہ یہ صراحت کے ساتھ دکھاتا ہے کہ زائد (پیداوار) مزدور طبقہ پیدا کرتا ہے، بلکہ یہ دکھاتا ہے کہ سرمایہ دارانہ سوسائٹی میں متعلقہ زائد، قدر کا ہوتا ہے نہ کہ مادی دولت کا۔ مارکس کا فالتو (پیداواریت) کا تجزیہ یہ اشارہ دیتا ہے کہ سماجی طور پر عام سطح پیداواریت پہلے سے جتنی بلند ہوگی اتنی ہی پیداواریت میں اضافے کی سطح قدر زائد میں تعینی اضافے کے لئے لازماً اور بڑھے گی۔ (مارکس (1867)1967a، PP.657-658)، دوسرے لفظوں میں قدر زاید میں پھیلاؤ جس کا سرمایہ متقاضی ہوتا ہے، پیداواریت میں اضافے کی شرح میں تیز رفتاری اور اس لئے اشیاء کی بڑے پیمانے پر تخلیق اور خام مال کی کھپت کا رجحان رکھتی ہے۔ پھر بھی ہمیشہ بڑھتی ہوئی پیدا کی گئی مادی دولت کی مقدار تقابلی طور پر قدر کی صورت میں اعلیٰ سطحوں کی سماجی دولت کی نمائندگی نہیں کرتی۔ یہ تجزیہ بتاتا ہے کہ جدید سرمایہ داری کا ایک حیران کن پہلو۔۔۔ مادی فراوانی کے درمیان میں عام خوشحالی کا نہ ہونا۔۔۔ صرف غیر مساوی تقسیم کا ہی مسئلہ نہیں ہے بلکہ دولت کی قدری شکل کا وظیفہ ہے کہ یہ سرمایہ داری کا لازمہ ہے۔

اس فعال انداز (پیداوار) میں ایک اور نتیجہ مضمر ہے، جو قدر زاید میں اضافوں کے مقابلے میں مادی دولت میں تیز تیز اضافے تخلیق کرتے ہوئے قدرتی ماحول میں تیزی سے بڑھتی ہوئی تباہی پھیلاتا ہے۔ اس چوکھٹے میں سرمایہ داری میں نمو کا مسئلہ صرف یہ ہی نہیں کہ بحران پذیر ہے جیسا کہ اکثر روائتی مارکسی انداز فکر نے زور دیا ہے، بلکہ نمو کی شکل بذاتِ دشوار ہے۔ اس اندازِ فکر

کے مطابق اگر پیداوار کا حتمی ہدف زیادہ اشیاء کی پیداوار نہ کہ قدر زاید میں اضافہ ہوگا تو نمو کا خطِ مستدیر مختلف ہوگا۔ دوسرے لفظوں میں سرمایہ داری کے خطِ مستدیر کو فی نفسہٖ ''اقتصادی ترقی'' کے متوازی نہ سمجھنا چاہئے۔ یہ ایک تعینی خطِ مستدیر ہے جو ماحولیاتی معاملات، سماجی وساطت اور دولت کی شکل میں قدر کے تحکمات میں بڑھتا ہوا تناؤ پیدا کرتا ہے۔ مادی دولت اور قدر میں فرق پھر ایسے اندازِ فکر کی اجازت دیتا ہے جو جدید صنعتی پیداوار کے ماحولیاتی نتائج پر سرمایہ داری کی ایک تنقیدی تھیوری کے چوکھٹے کے اندر ہی توجہ دے سکتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ اس قابل ہے کہ بے لگام نمو، بطور سماجی دولت کی ایک حالت اور سخت سادگی بطور ماحولیاتی نکتہ نظر سے سماجی زندگی کی ایک قابل اعتماد تنظیم کی حالت کے درمیان تضاد کی نشاندہی اس تضاد کی وساطت اور دولت کی شکل کی تاریخی خصوصیت کو استدلالی بنیاد فراہم کرتے ہوئے کرے۔

پیداواریت اور قدر کے درمیان رشتہ جس کا خاکہ میں نے پیش کرنا شروع کیا ہے سرمایہ داری میں پیداوار کی فطرت اور سماجی محنت کے ڈھانچے کے تنقیدی تجزیئے کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ مارکس نے اپنی پختہ تصانیف میں پیداوار کے صنعتی سلسلوں کو ایک ٹیکنیکل عمل کے طور پر نہیں لیا۔ گو کہ یہ زیادہ سے زیادہ سماجیا ہوا ہے۔ اسے نجی سرمایہ دار اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ بلکہ اس نے اس عمل کا تجزیہ کیا جیسا کہ سرمائے نے اسے ڈھالا ہے۔ لہٰذا جو اپنی اصل میں سرمایہ دارانہ ہے۔ (مارکس (1867) 1967a، PP.492ff)

اس کے تجزیئے کے مطابق، دولت کی قدری شکل، ہر دو بڑھتی ہوئی پیداوار کی سطحیں اور پیداوار میں بلاواسطہ انسانی محنت کی ساختیاتی روک پیدا کرتی ہے۔ پیداواریت میں عظیم اضافوں کے باوجود۔ نتیجہ ہے زیادہ سے زیادہ وسیع پیمانے پر ٹیکنالوجیکل ترقی یافتہ پیداوار اور اس کے ساتھ بہت سی انفرادی محنت کا زیادہ سے زیادہ ٹکڑے ٹکڑے ہونا۔

یہ تجزیہ سرمایہ داری میں پیداوار کے مرکزی متناقضے کے لئے ایک ساختیاتی تشریح کی شروعات فراہم کرتا ہے۔ ایک طرف سرمائے کا پیداواریت میں پہلے سے جاری اضافوں کے لئے زور (تحریک) کافی (مقدار میں) ٹیکنیک پر مبنی نفیس پیداواری تنظیم کو وجود دیتا ہے جو پیداواریت میں مادی دولت کی پیداوار کو لازماً بلاواسطہ وقتِ محنت کے خرچ سے آزاد کر دیتا ہے۔ یہ پھر وقتِ محنت میں وسیع پیمانے پر سماجی عمومی کمیوں اور محنت کی فطرت اور سماجی تنظیم میں

بنیادی تبدیلی کے امکان کھولتا ہے۔ باوجودیکہ دستی محنت سے پرے دوری بڑھتی ہے۔ لیکن ٹیکنیک پر مبنی پیچیدہ پیداوار کی ترقی بہت سے لوگوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور تکراری محنت سے آزاد نہیں کرتی۔ اسی طرح عام سماجی سطح پر وقت محنت کم نہیں کیا جاتا بلکہ نابرابری سے تقسیم کیا جاتا ہے، حتیٰ کہ بہت سوں کے لئے بڑھا دیا جاتا ہے۔ محنت کا حقیقی ڈھانچہ اور پیداوار کی تنظیم پھر صرف ٹیکنیکی معنوں میں ٹھیک سے نہیں سمجھی جا سکتی، سرمایہ داری میں پیداوار کی ترقی لازماً سماجی معنوں میں بھی سمجھی جانی چاہئے۔ صرف کی طرح سماجی وساطتیں اسے ڈھالتی ہیں اور جنس اور سرمائے کے زمروں میں ظاہر ہوتی ہے۔

اجرتی محنت کے ڈھانچے کے معنوں میں لیا جائے تو پیداوار کے متناقضے کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ مادی حاصل پیداوار اور وقتِ محنت کے ادخال کے درمیان ایک بڑھتا ہوا فاصلہ پیدا ہو جاتا ہے لہٰذا اجرتیں اور تنخواہیں زیادہ ہوتی ہوئی ایسی سماجی طور پر عام تقسیم کی صورت اختیار کر لیتی ہیں جو وقتِ محنت کے خرچ کے معاوضے کی ظاہری صورت برقرار رکھتی ہیں۔ لیکن مارکس کے سرمایہ داری کی فعالیت کے تجزیئے کے مطابق (قدر کی شکل کی جاری ساختیاتی تشکیلِ نو کی لازمی ضرورت کے طور پر) وقتِ محنت کے مدخلات سرمایہ داری کے لئے ساختیاتی طور پر ناگزیر رہتے ہیں۔ مارکس کے تجزیئے کی قدر اور مادی دولت کی جدلیات پھر دلیل دیتی ہے کہ ایک بے لگام قسم کی نمو اور اس کے ساتھ ساتھ صنعتی پیداوار کی پرولتاری اساس والی صورت ہر دو جنس کی صورت کے ہاتھوں ڈھلتی ہیں۔ اور بتاتا ہے کہ دونوں نمو کی شکل اور پیداوار کی شکل ایسے سماج میں مختلف ہو سکتے ہیں جس میں مادی دولت نے قدر کی دولت کی غالب شکل کی حیثیت کے طور پر جگہ لے لی ہو۔ سرمایہ داری خود ایسے سماج کے امکان کا سبب بنتی ہے۔ جہاں کام کا ڈھانچہ مختلف ہو، مختلف قسم کی نمو ہو، اور مختلف قسم کا عالمی انحصار باہم ہو۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ساختیاتی طور پر یہ ان امکانات کے حقیقی ہونے کو کمزور کرتا ہے۔

اس توضیح کے مطابق پھر مارکس کی تھیوری ایک یک رخی ترقیاتی خاکہ نہیں دیتی جو موجودہ ڈھانچے اور تنظیم محنت سے پرے اشارہ نہیں کرتا (جیسا کہ پس صنعتی سماج کی تھیوریاں کرتی ہیں) نہ ہی یہ صنعتی پیداوار اور پرولتاریہ کو مستقبل کے سماج کی بنیاد قرار دیتا ہے (جیسا کہ بہت سے مارکسی انداز نظر کرتے ہیں) بلکہ یہ ایک ایسی کوشش کی اجازت دیتا ہے جو سائنس اور ٹیکنالوجی کی بڑھتی

ہوئی اہمیت سے انصاف کرتا ہے اور محنت کی پس۔ صنعتی اور پس۔ پرولتاریہ نئی تنظیم کے تاریخی امکان کی تشریح کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہی سرمایہ دارانہ ترقی کی حقیقی شکل اور ان امکانات میں جو یہ تخلیق کرتا ہے عدم توافقات (اختلافات) کا تجزیہ کرتا ہے۔

سرمایہ داری کا ساختیاتی تضاد اس توضیح کے مطابق تقسیم (منڈی اور نجی ملکیت) اور پیداوار کے درمیان نہیں ہے۔ بلکہ ایک تضاد کے طور پر ابھرنے والی موجودہ نمو کی شکلوں اور پیداوار کے درمیان ہے۔ اور معاملہ کیا ہوتا اگر سماجی تعلقات نیم معروضی فیشن میں محنت سے ''وسطائے'' نہ جاتے اور اگر لوگ اس وجہ سے سماجی زندگی کی تنظیم اور سمت پر زیادہ درجے کنٹرول رکھتے۔ مارکس کی تاریخ کی پختہ تھیوری اس توضیح کے مطابق گو اس کی پہلی تصانیف مثلاً جرمن آئیڈیالوجی اور کمیونسٹ مینی فیسٹو سے نہیں پڑھی جاسکتی لیکن اس کی ''سرمائے'' میں کی گئی توضیح کا مضمر ایک پہلو ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ اس انداز نظر سے جس کا خاکہ میں نے بیان کرنا شروع کیا ہے سرمایہ داری میں محنت کے دو پہلوؤں اور دولت کا جدلیاتی تفاعل کثیر الجہت فعالیت کا سبب بنتا ہے جو ہر چند کہ سماجی طور پر صورت پذیر ہوتا ہے لیکن اپنے تشکیل کرنے والے افراد سے نیم آزاد ہوتا ہے۔ یہ ایک خلقی تاریخی منطق کی خصوصیات رکھتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں مارکس کی پختہ تھیوری تاریخ کو اصل معروضی حقیقت کے طور پر ایک ایسی قسم کی طاقت جو تمام انسانی سماجوں کو متحرک کرتی ہو نہیں گردانتی۔ یہ پہلے سے فرض نہیں کرتی کہ تاریخ کی کوئی عام ہدائتی فعالیت وجود رکھتی ہے۔ البتہ اس نے جدید سماج کی خصوصیات پہلے سے جاری ہدائتی فعالیت کے معنوں میں بیان کیں اور اس کی تاریخی فعالیت کی تشریح سماجی صورتوں کے دوہرے کردار کے حوالے سے کرنی چاہی جو کہ جنس اور سرمائے کے زمروں میں ظاہر ہوئے ہیں۔

سماجی تشکیل کے متضاد کردار کو ان دوہری شکلوں میں استدلالی بنیاد فراہم کرنے سے مارکس ضمنی طور پر دلالت کرتا ہے کہ ساختیاتی بنیاد والا سماجی تضاد سرمایہ داری سے مخصوص ہے۔ یہ خیال کہ حقیقت یا عام سماجی رشتے لازماً متضاد اور جدلیاتی ظاہر ہوتے ہیں، اس تجزیئے کی روشنی میں ایسا ہے کہ جو صرف مابعد الطبیعاتی طور پر ہی فرض کیا جاسکتا ہے۔ اس کی تشریح نہیں کی جاسکتی۔ مارکس کا تجزیہ اب ضمنی دلالت سے تاریخ کے ارتقائی تصورات سے چھٹکارا یہ تجویز کرتے ہوئے پالیتا ہے (22) کہ کوئی تھیوری جو تاریخ کے لئے ایک خلقی ترقیاتی منطق تسلیم کرتی ہے، چاہے وہ

جدلیاتی ہو یا ارتقائی، وہ سرمایہ داری کے مقدمے کو عام تاریخ کی صورت میں پیش کرتی ہے۔

IV

مارکس کے سرمایہ داری کے تجزیئے کے کچھ پہلوؤں کی اپنی نئی توضیح کا خاکہ پیش کرنے کے بعد اب میں مختصراً مارکس کی تھیوری میں سماجی محنت اور سماجی معنوں کے درمیان رشتے کے سوال کے لئے اس کے مضمرات بارے ابتدائی خیالات کی طرف توجہ کرنا چاہوں گا۔ اس موضوع سے متعلق بہت سے مباحث میں اس مسئلے کو محنت کی طرح بالائے تاریخ سمجھا جاتا ہے اور خیال کی شکلوں میں ایک رشتے کے طور پر تصور کیا جاتا ہے۔ یہ مفروضہ اس عام خیال تلے کارفرما ہے کہ مارکس کے لئے، یہ مادی پیداوار ہے جو سماج کی بنیادی ''اساس'' تشکیل کرتی ہے، جبکہ خیالات زیادہ پر مظہری (epriphenominal) اوپری ڈھانچے (23) کا حصہ ہوتے ہیں۔ یا اسی سے متعلق کہ عقیدے مارکس کے لئے، مادی مفادات سے متعین ہوتے ہیں (کولنز 1994، PP.65-70)

ہیبر ماس کا بھی یہی مفروضہ تھا جب اس نے ''نالج اور ہیومن انٹریسٹ'' میں دلیل دی تھی کہ ایسا تجزیہ جس کی بنیاد محنت ہو (جو اس نے بعد میں ہورخیمر کی طرح علمیاتی زمرے کے طور پر اوزاری علم سے منسلک کیا) اس کے ساتھ ایک اضافی (تجزیہ) ہونا چاہئے جس کی بنیاد تفاعلِ باہم کی تھیوری پر ہو تا کہ سماجی استدلالی بنیاد کے خیال کو معنی کی غیر اوزاری شکلوں کے لئے بازیاب کیا جائے اور اس لئے تنقیدی شعور کے امکان کے لئے۔ ہیبر ماس [(1968) 1971، PP.25-63]

تاہم جیسے میں دلیل دیتا رہا ہوں، مارکس کی سماجی تشکیل کی پختہ تھیوری فی نفسہٖ محنت کی نہیں ہے بلکہ ایسی محنت کی ہے جو سرمایہ داری میں سماجی وساطت کا عمل کرنے والی ہے۔ یہ توضیح محنت اور خیال کے درمیان رشتے کے مسئلے کی شرائط کی کایا پلٹ دیتا ہے۔ وہ رشتہ جس کی خاکہ نگاری وہ کرتا ہے ٹھوس محنت اور خیال کے درمیان نہیں ہے بلکہ محنت کی وساطت سے بنے ہوئے سماجی رشتوں اور خیال کے درمیان ہے۔ مارکس کا تجزیہ تجویز کرتا ہے جو دوسرے سماجوں میں مختلف طریقے سے اچھی طرح تشکیل ہوا ہے۔ پیداوار اور تعاملِ باہم، ہیبر ماس کی پہلی اصطلاحیں، ایک گہری سطح پر سرمایہ داری میں ان کا انضمام ہو جاتا ہے اسی طرح محنت کی وساطت سے۔ اس کے ساتھ ہی اس کا خیال تھا کہ خیال کی شکلوں کی مخصوصیت (یا زیادہ وسیع طور پر موضوعیت) جو

جدید سماج کی پہچان ہیں وساطت کی ان شکلوں کے حوالے سے سمجھے جا سکتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے، جہاں تک مارکس نے سماجی زندگی اور پیداوار کا تجزیہ روزمرہ وساطت کی ایک درجہ بند شکل کے حوالے سے کیا اور پیداوار کی تعریف محض ٹھوس ''مادی'' معنوں میں نہیں کی، اس کے زاویہ نظر نے کلچر اور سماجی زندگی کو فاعل اور مفعول میں دولخت نہیں کیا۔ اس کی پختہ تنقید کے زمروں کا دوسرے لفظوں میں مقصد ایک ہی وقت میں سماجی موضوعیت اور معروضیت کے متعینات ہونا تھا۔ یہ موضوعی اور معروضی کے دوہرے پن سے پرے جانے کی کوشش کی نمائندگی کرتے ہیں۔ سماجی طور پر فطرتِ سماج اور تاریخ کے پہلوؤں کے بارے میں جدید نکتہ ہائے نظر سمجھنے کی سماجی کوشش، سماجی وساطت کی تاریخی طور پر مخصوص شکلوں کے حوالے سے ہے جو سماجی اعمال کی تعینی شکلوں سے صورت پذیر ہوئی ہیں۔

یہ زاویہ نظر فعلیتی نہیں ہے۔ نہ ہی سرمایہ دار سماج کے لئے خیالات کی تشریح کرنے کے معنوں میں کیونکہ وہ سرمایہ دارانہ سماج کے لئے ہیں یا سرمایہ دار طبقے کے کام آتے ہیں۔ کیپٹل میں مارکس کی ایک سماجی۔ تاریخی نظریہ علم دینے کی اکثر ضمناً ظاہر کوششوں میں جو بات قابلِ توجہ ہے، وہ یہ ہے کہ اس نے خیالات کے انداز کو خلقی اور حتمی طور پر سماجی حیثیت اور سماجی مفاد کے معنوں میں نہیں برتا جس میں طبیعاتی حیثیت اور طبقاتی مفاد بھی شامل ہیں۔ اس کے بجائے اس نے پہلے چھتر چھائے تاریخی طور پر مخصوص خیالات کے انداز کو استدلالی بنیاد فراہم کرنے کی کوشش کی جن کے اندر طبقات کے مطابق تب تفریق وجود پاتی ہے۔ وہ انداز ہائے فکر کسی طبقے کو فائدہ دے سکتے ہیں لیکن وہ اس طبقے کا ضروری اظہار نہیں ہیں۔

کیپٹل میں سماجی تاریخی نظریہ علم کی طرف اس زاویہ نظر کے واضح اشاروں میں سے ایک اس مشہور باب میں ہے جو اجناس کی اشیاء پرستی کے موضوع کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جہاں مارکس سرمایہ داری میں لوگوں کے درمیان مادی 'شے۔طرح' کے رشتوں کے بارے میں بات کرتا ہے۔ (مارکس (1867) 1976a، PP.163-177)۔ بدقسمتی سے ان اقتباسات کو اکثر سماجی زندگی کے تمام پہلوؤں میں رینگتی ہوئی تجاریت کی تنقید سے زیادہ نہیں سمجھا گیا۔ مارکس کا تصور اشیاء پرستی اس کے نظریہ علم کا ایک پہلو ہے جو جدید فکر کے پہلوؤں کو بظاہر معقول بنانا چاہتا ہے۔ مثال کے طور پر عقل کے تصور کا کلیت کے زمرے کے طور پر ابھرنا یا فطرت کے معروضی ہم آہنگ

اور عقلی ہونے کا تصور۔۔۔ سماجی وساطت کی پشتہ بانی کرنے والی شکلوں کے عجیب وغریب معروضی کردار کے حوالے سے جو سرمایہ داری سماج کی تشکیل کرتی ہیں۔ یہ زاویہ نظر۔۔۔ مارکس کے زمروں کی بیان کی گئی پیچیدگی اور یہ حقیقت کہ وہ تاریخی طور پر فعال اور متضاد ہیں۔ موضوعیت کی شکلوں کی ایسی تھیوری کی اجازت دیتا ہے جو ان زاویہ ہائے نظر سے بہت مختلف ہیں۔ جو اس کے سماجی طریق کار کا معائنہ کرتے ہوئے فکر کی فطرت کو غیر متعین چھوڑ دیتے ہیں۔(24) یہ دونوں بورڈیو کی سماجی غلط پہچان کی تھیوری سے جو بالآخر فعلیتی ہے اور جو بظاہر غلط پہچانے گئے کو اور غلط پہچان کی اپنی ہیئت کو خلقی طور پر بیان نہیں کر سکتی۔ (بورڈیو (1972) 1977، PP.159-197) اور آلتھسر کے نظریئے کے تصور سے مختلف ہے جو بالائے تاریخ ہے اور جو اینگلز کے بنیاد اور اوپری ڈھانچے کے ماڈل پر محمول ہے اور جو تنقیدی تھیوریوں کو منعکسی طور پر نظریئے کی تنقید کے امکان کی اجازت نہیں دیتا۔(25)

مارکس کی پختہ مادیتی تھیوری کا ''مواد'' پھر سماجی ہے۔ معنی کا تجزیہ طبعی اور مادی بنیاد کا ایک برمظہری اضطراری عمل نہیں ہے۔ اور نہ ہی بلاشبہہ مکمل خود استدلالی وخود مختار دائرے کے طور پر جدلیاتی طریقے سے برتا گیا ہے۔ بلکہ معنی کے ڈھانچے کو سماجی وساطت کے ایک فطری پہلو کے طور پر برتا گیا ہے۔ ایسا اس لئے ہے کیونکہ مارکس کے مطابق محنت سرمایہ داری میں محض ایک پیداواری کارروائی نہیں ہے بلکہ سماجی طور پر وساطتی بھی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ بیشک معنی ساز ہے۔ عام طور پر میری تجویز کردہ تشریح نو کے چوکھٹے کے اندر مارکسی تھیوری زندگی کے مادی حالات میں سے اکیلی ایک نہیں، بلکہ ایک خود منعکسی تنقیدی سماجی تھیوری ہے جو تاریخی طور پر ایک مخصوص طور پر تشکیل شدہ کلچر اور سماج ومعنی اور مادی زندگی کے مقامِ انقطاع کی تھیوری ہے۔

V

مارکس کی تھیوری کی تشریح نو جس کا خاکہ میں نے پیش کیا ہے، زیادہ روایتی تشریحوں سے ایک بنیادی انقطاع اور ان کی تنقید تشکیل کرتی ہے۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے ایسی (روایتی) تشریحات سرمایہ داری کو منڈی اور نجی ملکیت کے تشکیل کئے ہوئے طبقاتی رشتوں اس کے غلبے کی شکل کو اولین طور پر طبقاتی غلبے کے معنوں میں اور سرمایہ داری پر تنقید کو محنت اور پیداوار کے نکتہ نظر

سے ایک معیار قائم کرنے والی اور تاریخی تنقید سمجھتی ہیں۔ (جو مادی فطرت اور انسانوں کے تفاعلِ باہم کے معنوں میں بالائے تاریخ سمجھی جاتی ہیں)۔ میں نے دلیل دی ہے کہ محنت کی ایسی بالائے تاریخ تفہیم مارکس کی تنقید کی اساس نہیں ہے اور یہ کہ اس کی تھیوری سماجی دولت کی عام پیداوار سے متعلق نہیں ہے اور لازمی سماجی رشتوں اور غلبے کی ایسی شکل جو سرمایہ داری کے لئے خاص ہے کے بارے میں اس کی تفہیم پر دوبارہ غور کی ضرورت ہے۔ اس کا مطلب ہے، میں نے یہ دکھانا چاہا ہے، جبکہ بہت سی روایتی توضیحات ان مسائل کی حدود کے اندر رہتی ہیں جو کلاسیکی سیاسی اقتصادیات نے اٹھائے تھے، مارکس نے ان مسائل کی شرائط کو بدل دیا۔

اس تشریحِ نو کے مطابق جس کا خاکہ میں نے پیش کیا ہے، مارکس کا سرمایہ داری کا تجزیہ تاریخی طور پر مخصوص ہے۔ یہ تشریح کرنا چاہتی ہے ایک خاص قسم کی نیم معروضی سماجی وساطت اور دولت (قدر) کی جو غلبے کی ایک شکل کے طور پر سرمایہ داری میں پیداواری عمل کے ڈھانچے کی تشکیل کرتی ہے اور تاریخی طور پر ایک یکتا فعالیت تخلیق کرتی ہے۔ اس لئے محنت اور پیداواری عمل نہ علیحدہ ہو سکتے ہیں اور نہ ہی سرمایہ داری کے سماجی رشتوں کے مخالف ہیں، بلکہ اس کے مرکز (دل) کی تشکیل کرتے ہیں۔ یوں مارکسی تھیوری بورژوای تقسیم کے رشتوں (منڈی اور نجی ملکیت) کی روایتی تنقید سے آگے دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ یہ صرف استحصال، دولت اور طاقت کی نابرابر تقسیم سے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ یہ جدید صنعتی سماج کو خود سرمایہ دارانہ سمجھتی ہے اور سرمایہ داری کا تجزیہ اولین طور پر غلبے کے تجریدی ڈھانچوں، روز افزوں ٹکڑے ٹکڑے ہوتی ہوئی انفرادی محنت اور انفرادی موجودگی کا ایک اندھے بے لگام ترقی کے منطق کے معنی میں تجزیہ کرتی ہے۔ یہ مزدور طبقے کو سرمایہ داری کی نفی کی تجسیم نہیں بلکہ اس کا بنیادی عنصر گردانتی ہے اور ضمنی طور پر سوشلزم کی خیالی صورت گری کرتی ہے۔۔۔ لیکن محنت اور صنعتی پیداوار کی عمل پذیری کے معنوں میں نہیں بلکہ پرولتاریہ اور پرولتاریہ کی محنت کی بنیاد پر تاہم پیداوار کی تنظیم کے معدوم ہونے اس کے ساتھ تجریدی مجبوریوں کے فعال نظام جسے محنت نے ایک سماجی وساطتی کارروائی کے طور پر تشکیل کیا ہے کے امکانی اختتام کے معنوں میں۔

یوں مارکس کی تھیوری کی شرح نو سرمایہ داری کی فطرت اور اس کی امکانی تاریخی کایا پلٹ پر بنیادی نظر ثانی کی ضمناً دلالت کرتی ہے۔ اپنی تنقید کا ماسکہ منڈی و نجی ملکیت سے تعلق خاص طور

سے ہٹا لینے سے یہ تھیوری پس لبرل سوسائٹی کے لئے بطور سرمایہ دارانہ سماج کے ایک تنقیدی تھیوری کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ اور یہ ان نام نہاد ''حقیقی طور پر موجود سوشلسٹ'' ممالک بطور سرمائے کے ارتکاز کی متبادل (اور ناکام) شکلوں کے، نہ کہ ایسے سماجی طریقوں کے جو کہ سرمائے کی تاریخی نفی کے نمائندے ہوں، چاہے کتنی ہی غیر کامل شکلوں میں کیوں نہ ہوں، کے لئے بھی ایک تنقیدی تھیوری کی بنیاد فراہم کرسکتی ہے۔

باوجود یکہ، منطقی طور پر تجزیئے کی تجریدی سطح جس کا خاکہ یہاں پیش کیا گیا ہے ان مخصوص عوامل جو پچھلے بیس سالوں کی ساختیاتی قلب ماہیت تلے کارفرما ہیں کے مسئلے پر فوری توجہ نہیں دیتی۔ لیکن یہ ایسا چوکھٹا فراہم کرسکتی ہے جس کے اندر ان تحولات کی سماجی توجیہ کی جاسکتی ہے اور یہ تاریخی طور پر سمجھی جاسکتی ہیں۔ یہ جدید سماج کی غیر یک رخی ترقیاتی فعالیت کی تفہیم کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ جو پس صنعتی تھیوری کی بہت سی اہم بصیرتیں اس فعالیت کی فطری تجریدوں کی تشریح کرتے ہوئے شامل کرسکتی ہے، اس لئے سماجی زندگی کی حقیقی تنظیم اور اس انداز جس کے مطابق یہ منظم کی جاسکتی ہے کے درمیان بعد کو۔۔۔ خاص طور سے سائنس اور ٹیکنالوجی کی روز افزوں اہمیت کو شامل کرسکتی ہے۔

سرمایہ داری کے تاریخی نمو کے غیر یک رخی بیان کو ترقی دینے سے یہ فکری تشکیل نو جدید سماج کے خدوخال کی نظامیتی تشریح کی اجازت دیتی ہے۔ جو یک رخی تھیوریوں کے چوکھٹے کے اندر بے قاعدہ لگ سکتی ہے۔ ان میں سے قابل ذکر ہین بہتات کے درمیان افلاس کی مسلسل پیداوار، بظاہر محنت بچانے والی اور وقت بچانے والی ٹیکنالوجی کے سماجی محنت کی تنظیم اور سماجی وقت پر متناقض اثرات اور باوجود لوگوں کی اپنے سماجی اور فطری ماحولیات کو کنٹرول کرنے کی بڑھتی ہوئی استطاعت کے وہ درجہ جس تک جدید زندگی کے اہم پہلو تجریدی اور غیر ذاتی قوتوں سے تشکیل پاتے ہیں۔

جہاں تک کہ یہ سماجی استدلالی بنیاد فراہم کرنا چاہتی ہے اور ناقد ہے، تجریدی و نیم معروضی سماجی رشتوں کی اور پیداوار کی فطرت اور سرمایہ داری میں نمو کے لزوموں کی یہ تشریح ہم عصر معاملات کے سلسلہء مدارج، بے اطمینانیوں اور امنگوں کی طرف اس طرح توجہ دینا شروع کرسکتی ہے کہ حالیہ دہائیوں کی نئی سماجی تحریکوں پر غور کے لئے اور ایک قسم کے تاریخی طور پر تشکیل شدہ عالمی